تنظیم اسلامی کا ترجمان

44

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

14 تا 20 ربیع الاوّل 1441ھ / 12 تا 18 نومبر 2019ء

حضور ﷺ کے منہج عمل میں انسانی جدوجہد کی اہمیت

سیرت مبارکہ کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح نظر آئے گی کہ حضور ﷺ کے منہج عمل میں انسانی جدوجہد (Human Efforts)، محنت، کوشش، کشاکش، کشمکش، ایثار و قربانی، صبر و مصابرت اور جہاد و استقامت کے عناصر غالب نظر آئیں گے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ سارا عمل زمین پر قدم بقدم چل کر مصائب و شدائد جھیل کر، قربانیاں دے کر انجام دیا گیا ہے۔ انقلاب محمدیؐ کا یہ سارا راستہ اور فاصلہ انسانی سطح پر ان تمام مرحلوں سے گزر کر طے کیا گیا ہے جو ہر انقلابی عمل کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔

خود محبوبِ ربّ العالمین ﷺ کے لیے قید و بند اور معاشی مقاطعہ ہے، رحمۃ للعالمین ﷺ پر پتھروں کی بارش ہے، جس سے جسم اطہر سے اتنا خون بہا ہے کہ نعلین مبارک پیروں میں جم گئے ہیں۔ زخموں سے چور اور نڈھال ہو کر آپؐ طائف کی گلیوں میں کئی بار گرے ہیں اور ظالموں نے بغلوں میں ہاتھ ڈال کر پھر کھڑا کر دیا ہے اور چلنے پر مجبور کیا ہے۔ یہ سب کچھ خود محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا ہے، لیکن نہ دشمنوں کے ہاتھ شل ہوئے اور نہ وہ زمین میں دھنسائے گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کی بھی وجہ ہے، اور وہ یہ کہ حضور ﷺ نے ان تمام مراحل سے گزر کر اللہ کا دین عرب پر غالب فرمایا، اب حضور ﷺ کی اُمت کو اللہ کا یہ دین پوری دنیا پر غالب کرنا ہے۔ یہ بات سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد وہاں بھی آئی تھی اور جب کبھی بھی حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کی جائے گی، اللہ کی غیبی مدد تب بھی ضرور آئے گی۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

ثنائے خواجہ

نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے مظاہر

NRO اور پلی بارگین: حقائق کیا ہیں؟

احتیاط کیجیے!

دعوت کے دو بنیادی کردار: داعی اور مدعو

سمع و طاعت اقامت دین کا اہم ستون

الہدیٰ (877)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

پیغمبر کا کام صرف آگاہ کر دینا ہے

سُورۃُ الحَجّ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 49 تا 52

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ۚ۴۹﴾ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ ﴿۵۰﴾ وَ الَّذِیۡنَ سَعَوۡا فِیۡۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیۡنَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۵۱﴾ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ ۚ فَیَنۡسَخُ اللّٰہُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ ثُمَّ یُحۡکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿ۙ۵۲﴾

آیت ۴۹ ﴿قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۴۹﴾﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ اعلان کر دیجیے کہ میں تو تمہارے لیے بس ایک واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں۔''

کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہی اس لیے ہے کہ میں تم لوگوں کو آنے والی زندگی کے مراحل کی تمام تفصیلات سے واضح طور پر خبردار کر دوں۔

آیت ۵۰ ﴿فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ ﴿۵۰﴾﴾ ''تو جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لیے (اللہ کی طرف سے) مغفرت اور بہت باعزت روزی ہے۔''

آیت ۵۱ ﴿وَ الَّذِیۡنَ سَعَوۡا فِیۡۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیۡنَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۵۱﴾﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی تگ و دو کرتے ہیں وہی ہیں جو جہنم والے ہیں۔''

یعنی وہ لوگ جن کی ساری بھاگ دوڑ اور تگ و دو اللہ تعالیٰ کی آیات کو ناکام اور غیر مؤثر بنانے' گویا اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور اس کی منصوبہ بندی کی راہ میں روڑے اٹکانے میں ہے وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

آیت ۵۲ ﴿وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ ۚ﴾ ''اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی' مگر یہ کہ جب اُس نے خود کوئی خیال باندھا تو شیطان نے اُس کے خیال میں خلل اندازی کی۔''

لفظ ''تمنا'' اردو میں بھی مستعمل ہے۔ لغوی اعتبار سے اس مادہ میں آرزو اور خواہش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یعنی جس طرح ایک عام آدمی سوچتا ہے' خواہش کرتا ہے اور مختلف امور میں منصوبہ بندی کرتا ہے اسی طرح نبیؑ اور رسولؑ بھی سوچتا ہے اور منصوبہ بندی کرتا ہے۔

نبیؑ یا رسولؑ کی وہ تعلیمات اور وہ ہدایات جو براہِ راست وحی الٰہی کے تابع ہوں ان میں نہ تو کسی قسم کی خطا کا امکان ہے اور نہ ہی ان کے اندر شیطانی قوتوں کی دراندازی کا کوئی احتمال ہے' لیکن عام دنیوی امور اور ان کی جزئیات کے بارے میں فیصلے کرتے ہوئے جہاں ایک نبی یا رسول اپنے ذاتی اجتہاد سے کام لے رہا ہو وہاں پر کسی خطا یا شیطانی خلل اندازی کا امکان موجود رہتا ہے۔

﴿فَیَنۡسَخُ اللّٰہُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ ثُمَّ یُحۡکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ ؕ﴾ ''تو اللہ منسوخ کر دیتا ہے اسے جو کچھ شیطان نے ڈالا ہوتا ہے' پھر اللہ اپنے فیصلوں کو پختہ کر دیتا ہے۔''

﴿وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۵۲﴾﴾ ''اور اللہ سب کچھ جاننے والا' کمال حکمت والا ہے۔''

فرمان نبویؐ

میراث میں وارث کا حق

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ :

((مَنۡ فَرَّ مِنۡ مِیۡرَاثِ وَارِثِہٖ قَطَعَ اللّٰہُ مِیۡرَاثَہٗ مِنَ الۡجَنَّۃِ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ))

(سنن ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے وارث کی میراث سے راہ فرار اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت کی میراث کاٹ لے گا۔''

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو جنت کا وارث بنانے کا وعدہ بایں طور کیا ہے کہ (یرثون الفردوس) یعنی مؤمن بہشت کے وارث ہوں گے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اسی کے پیش نظر فرمایا کہ جو شخص ناجائز طور پر اپنے وارث کو میراث سے محروم کر دے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی وراثت سے محروم رکھے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص ابتدا ہی میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وارثوں کا پورا پورا حق ادا کرنے کی توفیق دے اور آخرت کے خسارے سے ہمیں بچائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثنائے خواجہ

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ سیاسی اور عسکری لحاظ سے غالب قوتوں کی تہذیب بھی مغلوب قوم پر اپنا زبردست اثر اور گہری چھاپ رکھتی ہے۔ آج دنیا پر مغربی تہذیب چھا چکی ہے۔ اچھا یا بُرا ہونا، جائز یا ناجائز ہونا الگ بات ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے جس کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں۔ آج مغرب میں مدرڈے، فادرڈے ویمن ڈے اور نہ جانے کون کون سے ڈے منائے جاتے ہیں۔ مشرق میں عوام ہی نہیں مذہب اور مذہب کے علمبردار بھی اِس سے متاثر ہوئے حالانکہ جس مذہب کی یہ تعلیمات ہوں کہ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور جس بیٹے سے باپ راضی اُس سے اللہ راضی اُس مذہب کے پیروکاروں کے لیے ایسے ڈے کیا اہمیت اور کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن اثر پذیری کی انتہا ملاحظہ ہو کہ جس ہستی کو مسلمان محبوب سبحانی کہتے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ رحمت اللعالمین کا درجہ دیتا ہے، جس ہستی کے سینہ مبارک کو اللہ رب العزت قرآن پاک کے نزول کے لیے منتخب فرماتا ہے۔ اُس کی سیرت کے فضائل بیان کرنے کے لیے اکثر و بیشتر ماہ ربیع الاوّل میں ہی قلم اُٹھتے اور لب کھلتے ہیں۔ اخبارات اور جرائد میں مضامین لکھے جاتے اور تقاریب منعقد کی جاتی ہیں۔ بہرحال آج کی مادی دنیا میں یہ بھی غنیمت ہے وگرنہ حضور ﷺ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کا تو ربیع الاوّل کیا اور ربیع الثانی کیا؟ کونسا ماہ، دن، وقت اور گھڑی ایسی نہیں ہوتی کہ ہم آپ ﷺ پر درود بھیج کر آپ ﷺ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کر کے اپنی دنیا اور آخرت نہ سنوار سکیں؟ البتہ حال ہی میں ایک بزرگ کی زبان سے یہ سن کر قلم تھر تھر کانپ رہا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی انسان دنیا کی کسی بھی زبان میں آپ ﷺ کی ثنا خوانی کرے، آپ ﷺ کی صفات و کمالات بیان کرے، ممکن نہیں کہ اس کا حق ادا کر سکے کیونکہ شدید خطرہ لاحق رہتا ہے کہ انسان کی محدود سوچ اور تحریر و تقریر کی محدود صلاحیت سے کہیں کوئی توہین کا پہلو نہ نکل آئے۔ ہماری رائے میں یہ بات بالکل درست ہے، اس لیے کہ غالب جیسا زبان دان اور قادر الکلام یہ کہہ کر ہتھیار ڈال دیتا ہے کہ: ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

’’غالب اللہ کے رسول ﷺ کی تعریف اور اُن کی صفات کا ذکر اللہ پر ہی چھوڑتے ہیں اس لیے کہ محمد ﷺ کا کیا درجہ اور مرتبہ تھا اللہ ہی جانتا ہے۔‘‘

اور کسی بزرگ شاعر نے ان الفاظ میں بھی حقیقت کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہے: ؎

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
14 تا 20 ربیع الاوّل 1441ھ — جلد 28
12 تا 18 نومبر 2019ء — شمارہ 44
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
’’دارالاسلام‘‘ ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 35473375-79 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

"اگر ہم اپنا دہن (منہ) ہزار بار مشک وگلاب سے دھولیں
تب بھی آپ کا نام لینا بے ادبی ہے۔"

کس شجر کی شاخ سے بنے گا وہ قلم اور کیسے میسر آئے گی وہ زبان جو آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کا احاطہ کر سکے! —— طائف میں سخت ترین دن گزار کر خون آلود جوتیوں کو بمشکل پاؤں سے الگ کرتے ہوئے یہ ردِّعمل دینا کہ یہ بستی تباہ نہ ہو، شاید یہاں دین کا کوئی خادم پیدا ہو جائے۔ کوڑا کرکٹ پھینکنے والی بڑھیا کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جانا کہ وہ آج اپنا عمل کیوں نہ دہرا سکی۔ فتح مکہ پر حضور ﷺ کی عاجزی کا یہ حال تھا کہ داڑھی کے بال اونٹنی کے کجاوے کی لکڑی سے لگ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے خون کے پیاسوں اور بدترین دشمنوں کو عام معافی دی —— کسی ہفت روزہ کا ڈیڑھ دو صفحہ کا بے چارہ اداریہ کس کس ادا کا احاطہ کرے گا؟ درحقیقت یہ ہے وہ انسانیت، یہ ہے وہ بشریت، جس کے آگے فرشتوں کے پاس سجدہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، اگرچہ یہ اللہ ربّ العزت کے حکم سے ہوا، یہ اُسی کے بس کی بات ہے کہ وہ الحکیم، العلیم اور العزیز بھی تو ہے۔ اس بزرگ کے اس صحیح انتباہ کے باوجود سمندر میں پانی کا ایک قطرہ مزید ڈالنے کی کوشش اس لیے کرنی چاہیے تا کہ آئندہ نسلوں کو کچھ نہ کچھ آگاہی حاصل ہوتی رہے۔ پھر یہ کہ اس حوالے سے تحریر وتقریر کے بعد اس پناہ گاہ میں پناہ حاصل کر لینی چاہیے کہ: ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

اُمت مسلمہ کا المیہ یہ ہے کہ جس طرح ہم قرآن مجید کو چومنے چاٹنے، اسے ریشمی غلاف میں لپیٹ کر اونچا رکھنے اور زیادہ سے زیادہ محض اس کی ناظرہ تلاوت کرنے کو اپنا کل دینی فریضہ سمجھتے ہیں، اسی طرح حضور ﷺ کی ثناخوانی اور نعت گوئی سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم اللہ کی کتاب کی تکریم کے باوجود اس کو کتابِ ہدایت نہ سمجھیں، اسے اپنا امام نہ بنائیں، اس کے اوامرونواہی کا خود کو پابند نہ بنائیں، اسی طرح حضور ﷺ کی ثناخوانی تو کریں لیکن سنتِ رسولؐ پر عمل پیرا ہونے سے گریز کریں، آپ ﷺ کے مشن کو اپنا مشن نہ بنائیں، تو کیا ہم اللہ اور رسولؐ کو راضی کر سکیں گے؟ بلکہ یہ کہہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ کیا اللہ کے غضب سے بچ سکیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے حق دار قرار پا سکیں گے؟ بلاتشبیہ عرض کیے دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات تو بڑی اعلیٰ وارفع ہے، چہ نسبت خاک را با عالم پاک! کیا ایک عام شریف النفس انسان بھی پسند کرے گا کہ کوئی اس کی تعریف وتوصیف تو بہت کرے لیکن طرزِ زندگی بالکل مختلف رکھے، اس کی پسند اور ناپسند کا قطعی کوئی لحاظ نہ کرے اور خود کو اس کی تعلیمات کا پابند نہ سمجھے۔ جس ذات کے بارے میں خالق کائنات اور مالک ارض وسما کا یہ ارشاد ہو: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ وہ انسانوں کی تعریف وتوصیف کا محتاج نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے اور نجات بھی اسی میں مضمر ہے کہ زبان درود وثنا سے تر ہو اور انسان عمل سے پہلے دیکھے کہ نبیؐ کی سنت کیا ہے، حدیث رسولؐ کیا ہے؟ باقی سب ہیچ ہے۔

آج اُمت مسلمہ خصوصاً ہم پاکستانی ایسے نظام میں جکڑے گئے ہیں جو استحصالی ہے۔ استعمار کے ایجنٹوں نے انسانوں کی گردنوں پر پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔ اس باطل نظام نے انسان کے منہ کو انسان کا خون لگا دیا ہے۔ لہٰذا سیاسی سطح پر ظلم ہے، جبر ہے، درندگی اور بربریت ہے۔ معاشی سطح پر استحصال ہے اور لوٹ مار ہے۔ معاشرتی سطح پر عدم مساوات ہے، عریانی اور بے حیائی ہے۔ جبکہ قرآن نے انسان کو جو عدل وقسط پر مبنی نظام دیا، جسے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ کی مدد سے قائم ونافذ کیا، وہ عملاً آج قریباً متروک ہو چکا ہے۔ اب اگر آج کوئی نعت خوان کسی ظالم وجابر حاکم کے مرمریں محل میں نعتِ رسولؐ پیش کرے اور داد پائے تو اگرچہ ہم فتویٰ دینے کی پوزیشن میں نہیں لیکن عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ ہم سمجھیں کہ یہ دین کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ ہمارا اوّلین فریضہ یہ ہے کہ ہم عدل وقسط پر مبنی اس نظام کو قائم کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دیں جس کی خاطر آپ ﷺ مکے کی گلیوں میں کانٹوں پر چلے، طائف میں سنگ باری برداشت کی، حرم میں اونٹ کی اوجھڑی تلے دبے، اُحد میں دندانِ مبارک شہید کروائے اور غزوۂ احزاب کے موقع پر پیٹ پر دو دو پتھر باندھے۔ آئیے سیرتِ مبارکہ کے اس حصے پر غور کریں اور سنتِ رسولؐ کو اپنا کر اسلام کا اجتماعی نظام عدل قائم کریں اور دنیا کو جنت نظیر بنائیں۔ تب ہماری زبان کو زیب دے گا کہ ہم کہیں:

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

اعلان

قارئین نوٹ فرمالیں کہ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع میں مصروفیات کے باعث ندائے خلافت کے آئندہ شمارہ کا ناغہ ہوگا۔ (ادارہ)

نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے مظاہر

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے ناظم مالیات محترم اعجاز لطیف کے یکم نومبر 2019ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! ماہ ربیع الاوّل کی آمد کے ساتھ ہی سیرت طیبہ کا تذکرہ ہر سطح پر شروع ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ! تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام بھی یہ سلسلہ تقریباً نصف صدی سے جاری ہے کہ قرآنی احکام کو ہمیشہ سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت قرآن کا عملی نمونہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب صحابہؓ نے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو آپؓ نے فرمایا: (کان خلقہ القرآن) ''محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاق تو قرآن ہیں''۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر'' (الانبیاء:107)

یعنی جیسے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا مظہر اتم ہے ایسے ہی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کی شکل میں چلتا پھرتا قرآن بھی پوری انسانیت کے لیے اور تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے۔ اس حوالے سے خود اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک میں رحمت ہوں مجھے اللہ نے مبعوث کیا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز موت نہ دیں گے جب تک اپنے دین کو غالب نہ کردوں۔)) (تفسیر ابن کثیر)

رحمت وہ ہوتی ہے جو انسان کی ضرورت پوری کردے۔ نبی کریم ﷺ کی آمد کے وقت نوع انسانی بدترین ظلم وجبر کے پہاڑ تلے سسک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک صالح معاشرے کے قیام کے ذریعے سے ہر قسم کے ظلم واستحصال کا خاتمہ کیا اور عدل اجتماعی کا وہ نظام نافذ کر کے دکھایا جس کے لیے دنیا آج تک ترس رہی ہے۔ قرآن حکیم میں آپ ﷺ کا یہی مقصد بعثت تین دفعہ بیان ہوا:

''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کردے اس کو پورے نظامِ زندگی پر'' (الصف:9)

آپ ﷺ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر دین اسلام کی شکل میں ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک نعمت قرار دیا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے پورے دین کو نماز روزے تک محدود کر دیا ہے اس لیے اس دین میں موجود نوع انسانی کی فلاح اور بہبود کے بے شمار پہلو ہم سے پوشیدہ ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ ہم نے باطل نظام کو اپنا رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک زندگی گزارنے کا طریقہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ فرمایا:

''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔'' (آل عمران:19)

مرتب: ابو ابراہیم

سوال یہ ہے کہ اسلام ہی دین اور زندگی گزارنے کا طریقہ کیوں ہے؟ اس لیے کہ یہ وہ طریقہ ہے جو زندگی کے تمام گوشوں کے بارے میں عادلانہ اور متوازن راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ سیاسیات کے اصولوں کے تحت انسانی زندگی کے چھ گوشے ہیں۔ تین انفرادی اور تین اجتماعی۔ انفرادی گوشوں میں عقائد، عبادات اور رسومات شامل ہیں جبکہ اجتماعی گوشوں میں معاشرت، معیشت اور سیاست شامل ہیں۔ زندگی کے ان چھ کے چھ گوشوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ اور لایا ہوا نظام ہمارے لیے کیسے اور کتنا باعث رحمت ہے؟ اسی بات کا آج ہم جائزہ لیں گے۔ ان شاء اللہ۔

عقائد: توحید، اتنا بڑا خزانہ ہے جس کے بعد کسی کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ نفع ونقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی کی خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ آج ہم ایمان کے دعویدار ہونے کے باوجود اپنے جیسے انسانوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں اور اپنی پگڑیاں اُتار کر ان کے قدموں میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ سراسر توحید کے منافی رویہ ہے۔ آپ ﷺ نے وہ نظریہ پیش کیا کہ خالق مخلوق کے درمیان حائل تمام پردے ختم کردیے۔ بقول اقبال۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

اگر کسی کو راضی کرنا ہے تو اللہ کو راضی کرلو، کسی کی مان کر چلنا ہے تو صرف اللہ کی مان کر چلو۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یعنی یہ عقیدہ توحید انسان کو ہر قسم کی غلامی، خوف سے نجات دیتا ہے بشرطیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو واقعی مانا جائے جیسے اس کو ماننے کا حق ہے۔ اسی طرح دنیا میں کوئی مذہب بھی آخرت کے بارے میں بہترین نظریہ پیش نہیں کرسکتا جیسا اسلام پیش کر رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد کسی اور شکل میں جنم ہوگا، کوئی کہتا ہے مرنے کے بعد اجر اور عذاب کا سلسلہ نہیں ہے۔ لیکن قرآن نے بتایا کہ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے، فیصلے آخرت میں ہوں گے۔ اگر یہاں کسی ظالم کو سزا نہیں بھی ملی تو مایوس اور بے چین ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ آخرت میں تلافی کردی جائے گی۔ اسی لیے ہر نماز میں یاد دہانی کرائی جاتی ہے:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''جزا وسزا کے دن کا مالک ومختار ہے۔''

اسی لیے یہ بھی بتادیا کہ دنیا کی زندگی کی حقیقت کیا ہے:

''اور یہ دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں۔ اور آخرت کا گھر ہی یقیناً اصل زندگی ہے۔ کاش کہ انہیں معلوم ہوتا!'' (العنکبوت:64)

سورۃ التغابن کی آیت 9 میں فرمایا؛

''جس دن کہ وہ تمہیں جمع کرے گا جمع ہونے کے دن کے

لیے‘ وہی ہے ہار اور جیت کے فیصلے کا دن۔‘‘

یہاں کی کوئی ہار ہار نہیں ہے اور یہاں کی کوئی جیت جیت نہیں۔ جو اس دن جیتا وہ ہمیشہ کے لیے جیتا اور جو اس دن ہارا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہارا۔ اسی طرح ایمان بالرسالت کا عقیدہ بھی انسانیت کے لیے بہت بڑی رحمت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ پوری انسانیت کے لیے ایک نمونہ ہے:

’’(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے‘‘۔ (الاحزاب:21)

آپ ﷺ نے ہر شعبۂ زندگی میں ایسا فطری اور اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا کہ جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے ایک مثال ہے۔ اسی لیے اپنے ہی نہیں پرائے بھی اس بات کی گواہی دینے پر مجبور ہیں۔ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے 1978ء میں اپنی کتاب ’’The 100‘‘ میں لکھا: انسانی زندگی کے دو علیحدہ علیحدہ میدان ہیں۔ ایک ہے مذہب، اخلاق اور روحانیت کا میدان جبکہ ایک ہے تمدن، تہذیب سیاست اور معاشرت کا میدان اور ان دونوں میدانوں میں انتہائی کامیاب انسان تاریخِ انسانی میں صرف اور صرف ایک ہی ہیں اور وہ ہیں حضرت محمد (ﷺ)۔‘‘

اسی طرح پروفیسر راما کرشنا راؤ ایک ہندو مصنف ہیں وہ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں: ’’آپ ﷺ کی شخصیت ایسی ہے کہ بہت مشکل ہے کہ اس کی پوری حقیقت اور سچائی کا احاطہ کیا جا سکے۔ میں صرف اس کی ایک جھلک دیکھ پاتا ہوں۔ کیا حیرت انگیز سلسلہ ہے ایسے منظروں کا جو آنکھوں کو موہ لینے والے ہیں۔ محمد ﷺ ایک پیغمبر بھی ہیں، ایک عظیم جنگجو جرنیل بھی ہیں، وقت کے کامیاب ترین بزنس مین بھی، ریاست کا انتظام چلانے والے ایک مدبر سیاستدان اور حکمران بھی، ایک اعلیٰ پایہ کے خطیب اور امام بھی، ایک مصلح اور مبلغ بھی، یتیموں کا سہارا، غلاموں کے محافظ اور عورتوں کے حقوق دلانے والے بھی، ایسے چیف جسٹس بھی کہ ان سے بڑا چیف جسٹس کوئی پیدا ہوا نہ ہو گا، ایسے زاہد بھی کہ ان سے بڑا زاہد کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ وہ ہر شعبۂ زندگی میں ایک رول ماڈل کی طرح نظر آتے ہیں۔‘‘

ہر شعبۂ زندگی میں آپ ﷺ کا اُسوہ انسانیت کے لیے کس طرح رحمت ہے؟ خود قرآن نے بتا دیا:

(یہ اُسوہ ہے) ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ سے ملاقات اور آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہو۔‘‘ (الاحزاب:21)

اس اُسوہ کے مطابق زندگی گزار کر ہر کوئی دنیوی و اُخروی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ بقول شاعر ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

عبادات: اللہ تعالیٰ کی مدد، تائید اور رضا کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ نماز اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ نماز پنج وقتہ یاددہانی، برائیوں سے بچنے اور اللہ کی نصرت کا ذریعہ ہے۔ روزہ افلاس زدہ کی تکلیف کا احساس اور حصول تقویٰ کا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ میں ناداروں کی مدد کا جذبہ، تزکیہ نفس، مال کی محبت دل سے کھرچنے اور اللہ کی مدد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح حج رنگ، نسل، زبان کی بنیاد پر امتیازات کے خاتمے، اُمت کی باہمی یکجہتی و ہم آہنگی کا ذریعہ ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو عبادت بھی ہم پر فرض کی ہیں ان کی رحمت کے ان گنت پہلو ہیں۔ آج دنیا مجبور ہے کہ وہ ہماری عبادت کے طریقوں کو فالو کرے۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ کینسر سے بچنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ روزے رکھے جائیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جسم کی ایکسرسائز جو نماز کے ذریعے ہوتی ہے کسی اور طریقے سے ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن یہ سب ضمنی فائدے ہیں۔ اصل فوائد عبادات کے وہ ہیں جن کے ثمرات آخرت میں ظاہر ہونے ہیں۔

رسومات: بے جا رسومات نے بھی انسانیت کا جینا مشکل بنا دیا تھا لیکن آپ ﷺ کی آمد اس حوالے سے بھی بہت بڑی رحمت ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ نے خوشی اور غمی کے موقع پر بے جا رسومات کا خاتمہ کیا اور زندگی کو آسان بنایا۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ نکاح کو آسان کرو۔ جس نکاح میں خرچہ کم ہو اس میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔ آج ہم نے یہ ساری تعلیمات اور رحمت کے سارے پہلو بھلا کر از سرِ نو خوشی کے موقعوں کو بھی اپنے لیے زحمت بنا لیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ کی روشنی

پریس ریلیز 8 نومبر 2019ء

عالم اسلام کو امریکہ کے قول و فعل میں تضاد کو سمجھنا ہوگا

امریکہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے اندھا ہو چکا ہے اور عالم اسلام سے بدترین انتقام لے رہا ہے

حافظ عاکف سعید

عالم اسلام کو امریکہ کے قول و فعل میں تضاد کو سمجھنا ہوگا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے رواں ہفتے کنٹری رپورٹ آن ٹیررازم 2018ء جاری ہوئی ہے جس میں پاکستان پر طعن و تشنیع کے ساتھ ساتھ کہا گیا ہے کہ پاکستان لشکر طیبہ اور جیش محمد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہا۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ پاکستان نے طالبان اور حقانی نیٹ ورک کے حوالے سے کوئی مدد نہیں کی بلکہ انہیں محفوظ پناہ گاہیں مہیا کیں۔ امیر تنظیم نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس رپورٹ میں بھارت، اسرائیل اور برما سمیت خود امریکہ کی ریاستی دہشت گردی سے مکمل طور پر چشم پوشی اختیار کی گئی ہے اور انہیں کلین چٹ دے دی گئی ہے۔ مشرق وسطیٰ کی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک خبر کے مطابق یمن حکومت اور حوثی باغیوں کے مابین تنازعات کے حل کے لیے سعودی عرب ایران کے ساتھ مل کر ایک معاہدہ کرنے جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بہت خوش آئند بات ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ امریکی صدر اور پینٹا گون کی طرف سے یہ بیانات جاری ہوئے کہ وہ ہر صورت شام میں موجود تیل کی حفاظت کریں گے کیونکہ اس تیل پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا حق ہے۔ مزید یہ کہ اس پر امریکی کمپنیاں ہی تیل نکال سکیں گی۔ امیر تنظیم نے اسے شام کی خودمختاری پر کھلا حملہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے اندھا ہو چکا ہے اور عالم اسلام سے بدترین انتقام لے رہا ہے۔ عالم اسلام کو آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ دوست اور دشمن کو پہچان سکیں۔!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

میں نکاح کرنا سب سے آسان ترین کام ہے۔ اسی طرح اسلام نے سکھایا کہ جب غمی کا معاملہ ہو تو صبر کیا جائے۔ قرآن میں اللہ نے بتا دیا کہ ایسے موقع پر کیا کہنا ہے:

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ (البقرۃ)

اسی طرح سورۃ التغابن آیت 11 میں فرمایا:

''نہیں آتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے اذن سے۔''

ہر کام اللہ کے حکم سے ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا بندۂ مومن کا شیوہ یہ ہونا چاہیے کہ

رضائے حق پہ راضی رہ' یہ حرفِ آرزو کیسا
خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم' تو کیسا!

معاشرت:

نبی اکرم ﷺ کی آمد معاشرتی زندگی کے لیے بھی بہت عظیم رحمت ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے انسانیت کو واضح پیغام دیا: ''کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔''

آپ ﷺ نے مساوات انسانی کا درس ہی نہیں دیا بلکہ عملی طور پر وہ معاشرہ قائم کر کے دکھایا جس میں واقعی بندہ و آقا کی تمیز ختم ہو گئی۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

حضرت بلال حبشی ؓ جو آزاد کردہ غلام تھے حضرت عمر فاروق ؓ ان کو سیدنا بلال ؓ کہتے تھے، یعنی ہمارے سردار بلال ؓ۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے لوگو اپنے اس رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے پھیلا دیے (زمین میں) کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں۔ اور تقویٰ اختیار کرو اُس اللہ کا جس کا تم ایک دوسرے کو واسطہ دیتے ہو اور رحمی رشتوں کا لحاظ رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔'' (النساء:1)

نسل، رنگ، زبان یا علاقائی لحاظ سے کسی کو کسی دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ سب ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور سب کا خالق و مالک اللہ ہے۔ البتہ اللہ کے ہاں بزرگی کا معیار صرف تقویٰ ہے:

''یقیناً تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہے۔'' (الحجرات:13)

تمام انسانوں کی عزت، جان و مال کی حفاظت کا حق ایک جیسا ہے۔ البتہ اللہ کے ہاں برتر وہی ہے جو پرہیزگار ہے اور مخلوق خدا کے حق میں بہتر ہے۔

معیشت: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ ہی کا ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے۔'' (البقرہ:284)

ہمیں جو کچھ بھی عطا کیا گیا ہے وہ اللہ کی ملکیت ہے ہم اس کے امین ہیں۔ اسلام نے سب سے پہلے معیشت کے اندر لوگوں کا استحصال کرنے والی چیز یعنی سود کو ختم کیا۔ پھر سٹہ، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، جوا، ناجائز منافع خوری اور حرام کمائی کی ہر صورت کا خاتمہ کر کے معاشی استحصال کا خاتمہ کر دیا۔ پھر زکوٰۃ اور وراثت کے ذریعے سے دولت کی تقسیم کو ممکن بنایا تاکہ ارتکاز دولت کا دروازہ بند ہو اور طبقاتی کشمکش جنم نہ لے۔ اس کے بعد اسلام نے دنیا کو سوشل سیکورٹی سے متعارف کروایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی جملہ اس ضمن میں یاد کیجیے! ''اگر دجلہ اور فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر جائے تو قیامت کے دن عمر سے اس کے بارے میں سوال ہوگا''۔ یہ عمر فاروق ؓ کے صرف وعظ نہیں تھے بلکہ انہوں نے یہ بالفعل کر کے دکھایا۔ آپؓ راتوں کو اُٹھ کر شہریوں کی خبر گیری کے لیے باقاعدہ گشت کرتے تھے۔ اسلام نے تو انسانوں کی ہی نہیں بلکہ جانوروں کی فلاح و بہبود کی ذمہ داری بھی مملکت پر ڈالی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہاں مسلمانوں کے کمانڈر کے خیمے کے اوپر ایک کبوتری نے انڈے دیے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے وہ خیمہ نہیں اُکھاڑا جب تک ان انڈوں سے بچے پیدا ہو کر اڑنے کے قابل نہیں ہو گئے۔

آج ریاست مدینہ کی باتیں کرنے والے بہت ہیں لیکن عملی طور پر کوئی ان کی ایک مثال کو اختیار کر سکتا ہے؟ آج جانور تو جانور انسانوں کا یہ حال ہے کہ ہمارے ہاں کل آبادی کا 60 فیصد بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے۔

سیاست: قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط﴾ (یوسف:40) ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔''

حاکمیت اللہ کا حق ہے۔ انسانوں کے لیے صرف خلافت ہے اور خلافت کے نظام میں جس کا جتنا بڑا عہدہ ہے اس پر اتنی ہی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اسلام کا سیاسی اسلوب ہے: سید القوم خادمھم۔ یعنی قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔ انسانی آزادی اور حقوق کا سب سے پہلا تصور اسلام نے دیا کہ انسان انسانوں کے نہیں صرف اللہ کے غلام ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صرف نظریہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ حقیقی معنوں میں ہر لحاظ سے فلاحی معاشرہ قائم کر دکھایا۔ جی ایچ ویلز آپ ﷺ کا بدترین دشمن تھا لیکن اپنی کتاب میں اس نے بھی یہ تسلیم کیا کہ: ''اگرچہ انسانی حریت مساوات اور اخوت کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کہے گئے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے بارے میں مسیح ناصری (عیسیٰؑ) کے ہاں بھی بہت سے مواعظ حسنہ ملتے ہیں لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ صرف محمد عربی (ﷺ) ہی تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ بالفعل ایک باضابطہ معاشرہ انہی اصولوں پر قائم کر کے دکھایا۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو رحمۃ للعالمین ماننے والے آج اللہ کی رحمت سے محروم کیوں ہیں۔ بقول شاعر

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

اس کی وجہ یہ ہے ہم نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے ذریعے سے ملنے والے رحمت کے مظہر دین کو چھوڑا تو اللہ نے ہمیں چھوڑ دیا۔ قرآن نے واضح کر دیا:

﴿وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ط﴾ (التغابن:6) ''اور رُخ پھیر لیا اور اللہ نے بھی (ان سے) بے نیازی اختیار کی۔''

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم دینِ رحمت کے تمام پہلوؤں کو اپنی زندگی میں فالو ہی نہیں کر رہے۔ انفرادی لحاظ سے ہم دین کو کچھ نہ کچھ اگر فالو کر بھی رہے ہیں تو اس میں بھی ذاتی پسند ناپسند دیکھتے ہیں کہ دین میں جو چیزیں ہمیں پسند ہیں ان کو اختیار کر لو اور جو ناپسند ہیں ان کو چھوڑ دو۔ لیکن اللہ نے جو پورا پیکج دیا ہے اس کے بارے میں ہماری اکثریت کو تو معلوم ہی نہیں ہے کہ ہمارا دین معاشرت، معیشت اور سیاست پر بھی راہنمائی دیتا ہے۔ لیکن ہم نے اس کو دنیاداروں کے حوالے کر دیا ہے۔ ہم نے ہر اجتماعی گوشے میں اللہ کے دین کو چھوڑ رکھا ہے تو اللہ کی رحمت ہم پر کیسے نازل ہو؟ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن نے واضح طور پر تنبیہ کر دی تھی کہ: ''اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔'' (البقرۃ:208)

قرآن نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ دین رحمت کو چھوڑنے کا خسارہ صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ اس کا نتیجہ دائمی خسارہ بھی ہے:

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو وہ اس کی جانب سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور پھر آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو کر رہے گا۔'' (آل عمران:85)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ کی مکمل پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خطاب بہ جاوید

26

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

86 دیں سراپا سوختن اندر طلب	انتہایش عشق و آغازش ادب!

دین (یعنی خداشناسی اور خود شناسی کا تقاضا) سرتا پیر اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں جلنے اور ہلکان ہونے کا نام ہے اس کی انتہا عشق (شوق) اور آغاز ادب (بلا چوں وچرا اطاعت) ہے

87 آبروئے گل ز رنگ و بوئے اوست	بے ادب بے رنگ و بو، بے آبرواست!

اے پسر! پھول کی قدر و قیمت اس کے رنگ اور خوشبو (ہی) سے ہوتی ہے (اور مردِ مسلمان کی پہچان خدا شناسی اور اس کی اطاعت سے ہے) بے ادب اور بے عمل (انسان) بے رنگ و بے بو اور بے آبرو پھول کی طرح (بے وقعت) ہے

88 نوجوانے را چو بینم بے ادب	روزِ من تاریک می گردد چو شب

(اے پسر! مغربی تعلیم اور سوشل لائف میں کہیں ایسا نہ ہوجانا کہ اپنی اوقات اور مسلمانی بھول جاؤ اس لیے کہ) میں جب کسی نوجوان کو بے ادب (اور اللہ اور اس کے رسول کی) اطاعت سے تہی دامن دیکھتا ہوں تو (میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے اور میرا) دن بھی رات سے تاریک نظر آتا ہے

89 تاب و تب در سینہ افزاید مرا	یادِ عہدِ مصطفیٰؐ آید مرا!

(اے پسر! مغرب کی ہواؤں میں کہیں تم بھی ایسے نہ ہو جانا کسی مسلمان نوجوانوں کو جب میں اس طرح دیکھتا ہوں تو) میرے اندر پیچ و تاب جنم لیتا ہے اور میرے سینے میں (مسلمانوں کی زبوں حالی کا) رنج وغم بڑھ جاتا ہے اور مجھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا عہد یاد آجاتا ہے

86۔ دین اللہ کا ہے اس دین کا نام اسلام ہے دین کا (خداشناسی اور خودشناسی کا) تقاضا یہ ہے کہ انسان سرتاپا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی طلب میں بے چینی محسوس کرے اور ہلکان رہے۔ 1 اس طرزِ زندگی (LIFE STYLE) کی انتہاء عشق (انتہائی درجے کا شوق) اور آغازِ ادب (بلاچوں وچرا اطاعت) ہے جو غیر مشروط کلی اطاعت کا نام ہے۔

87۔ اے مسلمان نوجوان! تو نبی آخر الزمان سیّدنا حضرت محمد ﷺ کے لگائے ہوئے چمن یعنی اُمتِ مسلمہ کے باغ کا ایک پھول ہے۔ جیسے پھول کی قدر و قیمت اس کے دلکش رنگ اور سحر انگیز خوشبو کی وجہ سے جانچی جاتی ہے اسی طرح اُمت محمد ﷺ کے اس انسانی چمن میں پھولوں کی قدرو قیمت کا معاملہ ہے اس چمن کے تربیت یافتہ پھول انسان ہیں ان کا رنگ و بو سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہی رنگ و بو ہے۔ ایک اچھا اُمتی اپنے نبی کی نیک نامی کا باعث ہے اور ایک بدعمل اُمتی اپنے نبی کی رسوائی کا باعث ہے۔ بقول اقبال

ع اُمتی باعثِ رسوائی پیغمبرؐ ہیں

آج کا نوجوان ــــ اسی رنگ و بو سے یعنی خداشناسی اور اطاعتِ رسول ﷺ کے جذبے سے ہی قیمت پائے گا۔ جو انسان صحیح اسلامی تربیت حاصل نہیں کرسکا وہ بے ادب، بے رنگ و بو (ILL-MANNERED) اور بے آبرو (حیاباختہ اور LIBELER) ہے۔

88۔ عزیز من! آج میں جب کسی تعلیم یافتہ مگر بے ادب نوجوان کو دیکھتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے بے بہرہ اور بے نصیب ہے تو میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ تعلیم اور حصولِ علم تو ایک زیور ہے، اس سے شخصیت میں نکھار اور خوبصورتی آتی ہے مگر کیا کریں اس میکالے کے نظامِ تعلیم کا جس میں انسان کو خالق وخدا سے دور، خودشناسی اور خودی سے بے بہرہ کرکے حیوان بنا دیا جاتا ہے۔ بے ضمیر اور بے ادب یہ چلتا پھرتا انسان کیا ہے؟ نہ لباس ہے، نہ شرم وحیا، نہ رشتوں کی تمیز۔ مجھے اس نسلِ آدم کا مستقبل رات کی طرح تاریک نظر آتا ہے۔

89۔ اے پسر! کہیں تم بھی مغربی تعلیم و افکار میں پھنس کر ایسے ہی نہ ہوجانا۔ جب کہیں مسلمان نوجوان کو خدا بےزار، بے ضمیر اور لبرل دیکھتا ہوں تو میرے اندر پیچ وتاب جنم لیتا ہے میرا خون کھولتا ہے اور ایک مسلمان نوجوان کا یوں ڈارون کا انسان اور بندر کی اولاد بن جانا میرے لیے ذہنی کوفت اور اذیت کا باعث بنتا ہے (میری جان! کہیں تم بھی ایسے ہی نہ بن جانا)۔ مسلمانوں کی زبوں حالی اور مسلمانوں کی بدحالی کا رنج و غم بڑھ جاتا ہے پھر مجھے حضرت محمد ﷺ کا عہد زریں یاد آجاتا ہے جب روئے ارضی پر خداشناسی اور خودشناسی کا ایک چمن آباد ہوگیا تھا جو پھیل کر نصف صدی میں تین براعظموں پر چھا گیا۔

1 قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اہلِ مدینہ کو اور جو اُن کے پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ یہ اس لیے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لیے عمل نیک لکھا جاتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا''۔ (120:09)

اسلام میں مالیاتی بددیانتی (چوری، کرپشن، غبن وغیرہ) کے لیے ہر گز کوئی سمجھوتہ نہیں ہے بلکہ اس کے لیے سزائیں مقرر ہیں۔
NRO، LFO، PCO وغیرہ جیسی اصطلاحیں صرف انگریزی نظام میں ہیں اور یہ بددیانتی پر مبنی ہیں: ایوب بیگ مرزا

ہمارے آئین میں NRO کی کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن ماورائے آئین جو اقدامات کیے جاتے ہیں ان کو NRO کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں ہمیشہ کسی نہ کسی کا ذاتی مفاد ہوتا ہے: رضاء الحق

NRO اور پلی بارگین: حقائق کیا ہیں؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: NRO کی آئینی حیثیت کیا ہے؟ کیا پاکستان میں نظریہ ضرورت کا دوسرا نام NRO نہیں ہے؟

رضاء الحق: حقیقت میں این آر او کی کوئی آئینی حیثیت نہیں ہے۔ اصل میں اس طرح کے ناموں کے ساتھ پاکستان میں ڈیلز ہوتی ہیں۔ یعنی ایک غلط لفظ کا استعمال کسی اور مقصد کے لیے ہوتا ہے۔ 5 اکتوبر 2007ء میں یہ نام ہمارے ہاں پہلی دفعہ سامنے آیا جب سیاست میں دو متحارب سیاسی گروہوں کے درمیان مصالحتی عمل کو این آر او کا نام دیا گیا۔ آئین میں این آر او کی کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن ماورائے آئین جو اقدامات کیے جاتے ہیں ان کو این آر او کا نام دے دیا گیا۔ اسی لیے بعد میں اس وقت کے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار چودھری کے دور میں اس کو معطل بھی کر دیا گیا۔ یہ نام کیوں دیا گیا؟ اس حوالے سے یہ ذہن میں رکھیے کہ اس میں کوئی قومی مفاد نہیں تھا بلکہ یہ دو پارٹیز کا آپس کا مسئلہ تھا اور ان کے اپنے مفادات تھے۔ پاکستان میں سیاسی کرائسز ہر وقت رہتے ہیں بلکہ پوری دنیا میں کوئی نہ کوئی کرائسز ایسا ہوتا جس کو ہم سیاسی کرائسز کا نام دیتے ہیں لیکن کوئی نہ کوئی اس سے مفاد اٹھانا چاہ رہا ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال جنوبی افریقہ ہے جہاں تقریباً نصف صدی سے زیادہ ڈچ کلونیل رول رہا ہے۔ وہاں پر سیاہ فاموں کے لیے بالکل بھی حقوق نہیں تھے۔ حالانکہ وہ افریقی سیاہ فاموں کا ملک تھا اور اس پر ولندیزیوں نے غاصبانہ قبضہ کیا ہوا تھا۔ سیاہ فاموں کے لیڈر نیلسن منڈیلا تھے جبکہ ولندیزیوں کے لیڈر ایف ڈی کلرک تھے۔ جب 1990ء وہاں کلونیل رول ختم کیا جا رہا تھا اور نیلسن منڈیلا کو آزاد کیا جا رہا تھا تو اس وقت ان دونوں راہنماؤں نے آپس میں یہ طے کیا کہ اب چونکہ پرانے سسٹم کو لپیٹ دینا مقصود ہے اور نئی حکومت قائم کرنی ہے تو لہٰذا آپس میں بیٹھ کر یہ طے کیا جائے کہ اس پورے عرصے کے دوران کن کن لوگوں نے کیا کیا جرائم کیے، ان جرائم کی نوعیت کیا تھی اور عوام کے سامنے ان جرائم کا اقرار کیا جائے۔ اگر تو وہ جرائم قابل معافی ہیں تو ان کو معافی دے دی جائے۔ لیکن اگر کوئی جرم ایسا ہے جو قابل معافی نہیں ہے تو اس کی سزا بھی دی جائے۔ یہ سب طے کرنے کے لیے وہاں ایک Truth and Reconciliation Commission قائم کیا گیا۔ یہ اس لیے کیا گیا کہ انہوں نے اعلان کیا تھا کہ ہم مل کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں اور سب کو اکٹھا لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اس کو این آر او وغیرہ کا کوئی نام نہیں دیا تھا۔ لیکن اسی فارمولے کو مدنظر رکھتے ہوئے جب مشرف دور میں سیاسی مصالحت کی ضرورت پڑی تو ہم نے اسے اپنی سیاسی زبان میں NRO کا نام دے دیا۔ یعنی National Reconciliation Ordinance اس کو ہم دوسرے الفاظ میں نظریہ ضرورت کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح کی کئی دوسری اصطلاحات بھی سامنے آتی ہیں جیسے LFO، PCO وغیرہ۔ ان میں ہمیشہ کسی نہ کسی کا مفاد ہوتا ہے اور اس مفاد کی خاطر ڈیل کو ایک نام دے دیا جاتا ہے۔

سوال: وزیراعظم پاکستان نے کہا ہے کہ جب تک زندہ ہوں کسی کو NRO نہیں دوں گا۔ کیا کسی کو NRO دینا وزیراعظم کے اختیار میں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: این آر او کی تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک طاقتور گروہ اور ایک مشکل میں پھنسے ہوئے سیاسی گروہ کے درمیان ڈیل کا نام ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ سیاستدان کہتے ہیں کہ وزیراعظم کے پاس NRO کا اختیار ہی نہیں ہے اور وہ بڑے بڑے اینکروں کے سامنے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں اور اینکر بھی انہیں نہیں روکتے کیونکہ ہمارے ٹاک شوز چاٹ مصالحہ کی مانند ہیں اور وہ اس طرح کی چیزوں سے مزے لیتے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہمارے سیاستدان اتنے بے علم ثابت ہوتے ہیں، یا پھر انہوں نے آئین کو کبھی پڑھا ہی نہیں۔ حالانکہ تعزیرات پاکستان کی شق 401 کا مطالعہ کریں۔ اس میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص قید ہو اور چاہے وہ کسی بنیاد پر بھی قید ہو تو نہ صرف وزیراعظم بلکہ وزیراعلیٰ کو بھی مکمل اختیار ہے کہ وہ اس کی سزا میں کمی کر دے، مشروط طور پر ختم کر دے یا غیر مشروط طور پر ختم کر دے۔ چاہے وہ اس کی وجہ بتائے یا نہ بتائے۔ لہٰذا جس معنی میں ہم ڈیل کہتے ہیں اس کے علاوہ وزیراعظم یا وزیراعلیٰ کو اختیار ہے کہ وہ کسی شخص کی قید کی سزا کو ختم کر سکتا ہے چاہے وہ کسی بھی بنیاد پر قائم ہو۔

سوال: جیلوں میں بند اپوزیشن راہنماؤں کی NRO

لینے کی دلی خواہش تو ہوسکتی ہے۔ کیا کسی اپوزیشن راہنما نے حکومت سے NRO دینے کا مطالبہ بھی کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایسا نہیں ہوتا کہ جیل میں قید کوئی اپوزیشن راہنما وزیراعظم کو درخواست دے کہ مجھے این آر او دیا جائے۔ اصل میں ہوتا اس طرح ہے کہ باہر کے ملکوں کے ذریعے یہ کہلوایا یا دباؤ ڈلوایا جاتا ہے کہ این آر او دیا جائے۔ آج اس حوالے سے قطر اور ترکی آگے ہیں۔ یہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے اور اب بھی اسی طرح ہوگا۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ اپوزیشن لیڈر اپنی حمایت میں ایسے کرداروں کو سڑکوں پر لے آتے ہیں جن کو اپنے دورِ حکومت میں انہوں نے نوازا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پچھلی حکومت میں تاجر طبقے کو انکم ٹیکس کے حوالے سے بہت عیش کروائے گئے، ظاہر ہے اب جب عیش کروانے والوں پر گرفت ہوئی ہے تو تاجر طبقہ سڑکوں پر کیوں نہیں آئے گا؟ تیسری بات جو اہم بھی ہے کہ آپ کا کوئی سیاسی اتحادی ایسا ہے جس کے پاس عوامی قوت ہے اور وہ آپ کے دشمن کا دشمن ہے تو بڑی سیدھی سی بات ہے اس کے ذریعے ریلی کرایئے، اس کے ذریعے مارچ کرایئے اور اس کے منہ سے کہلوایا جائے کہ وزیراعظم استعفیٰ دے۔ بظاہر کہا یہی جائے گا کہ ہم وزیراعظم سے استعفیٰ لے کر رہیں گے لیکن اصل مقصود استعفیٰ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان باتوں سے کوئی استعفیٰ دیتا ہے بلکہ اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ وزیراعظم پریشر میں آ کر NRO دے دے۔ اسی پس منظر میں عمران خان نے کہا ہے کہ جتنا مرضی مجھ پر دباؤ ڈال لو جب تک زندہ ہوں این آر او نہیں دوں گا۔ اس طرح مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالے جاتے ہیں۔ خاص طور پر غیر ملکی دباؤ تو بہت آیا۔

سوال: کیا دنیا کے کسی دوسرے ملک میں گھناؤنے جرائم میں ملوث افراد کو NRO طرح کی Amnesty ملتی ہے؟

رضاء الحق: اصل میں مختلف ممالک نے اپنے معاملات کو طے کرنے کے لیے مختلف طرح کے قوانین اور روایات قائم کی ہوئی ہیں۔ اس وقت مغرب پوری دنیا کو لیڈ کر رہا ہے اور دنیا میں مہذب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن آپ کو وہاں بھی ایمنسٹی کی بہت ساری مثالیں ملیں گی۔ ظاہر ہے وہ اس کو این آر او کا نام تو نہیں دیتے ہیں لیکن دیگر نام دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر 2008ء میں جب وہاں بینکنگ کا بہت بڑا بحران آیا تو پورے مغرب کی حکومتوں نے بینکوں کو بچانے کے لیے لوگوں سے پیسے لے کر ان کو بیل آؤٹ پیکج دیے۔ یہ بھی ایک قسم کا این آر او ہی تھا۔ ہمارے جیسے ترقی پذیر ممالک میں جہاں جمہوریت کا تصور مغرب سے آیا ہوا ہے۔ جب اس کو ہم اپنے معاشرے پر لاگو کرتے ہیں تو وہ کبھی بھی مکمل طور پر فٹ نہیں بیٹھ سکتا کیونکہ یہاں کی روایات اور ہیں۔ یہاں برصغیر میں بہت عرصے تک کلونیل رول رہا ہے، ہمارا پولیس سسٹم، عدالتی نظام، بیوروکریسی کا سسٹم انگریز کے چھوڑے ہوئے قوانین پر چل رہا ہے۔ اس لیے ان کے اندر بہت زیادہ چور دروازے ہوتے

> نیب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے 394 ارب روپے بازیافت کیے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ اُس وقت تک محض ایک دعویٰ ہے جب تک یہ ثبوت سامنے نہ آجائے کہ سٹیٹ بینک میں مذکورہ رقم جمع ہو چکی ہے۔

ہیں۔ لہٰذا یہاں لوگ ایمنسٹی دیتے بھی ہیں اور لیتے بھی ہیں۔ بھارت میں خاص طور پر قوم پرست جماعتوں کے لوگوں کو یہ دی جاتی ہے۔ جیسا کہ انتہا پسند ہندوؤں کو اقلیتوں کے قتل وغیرہ پر اکثر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے قانون کے مطابق ان کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکانا چاہیے۔ اسرائیل کے اندر کوئی شخص فلسطینی کو قتل کر دے تو اس کو حکومت بہت نرم سزا دیتی ہے کیونکہ مسلم وہاں دوسرے درجے کے شہری ہیں۔ اسی طرح مختلف ممالک میں ایمنسٹی کی مختلف روایات ہیں۔ پاکستان میں بوسیدہ سسٹمز ہیں، یہاں آپ کو گراس روٹ لیول سے لے کر ٹاپ تک خامیاں نظر آئیں گی۔ کیس رجسٹر ہونے سے لے کر سزا پر عمل درآمد ہونے تک اس پورے پراسس کے اندر بہت زیادہ خلاء موجود ہوتے ہیں۔ آئین بہت ساری چیزوں کی وضاحت کرتا ہے لیکن بہت ساری چیزوں پر خاموش ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایمنسٹی تو ہر ملک میں دی جاتی ہے لیکن ہر ملک میں اس کی مختلف شکلیں، مختلف روایات ہیں اور مختلف نام ہیں۔ لیکن اگر ہم اس کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھیں تو انفرادی معاملات میں تو معافی دی جا سکتی ہے لیکن قومی اور ریاستی معاملات میں کسی جرم کی سزا کو معاف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ خاص طور پر قومی یا سرکاری خزانے میں خرد برد قومی جرم ہے جس کو اسلام معاف کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔ اسلامی تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جب سرکاری خزانے کو لوٹا گیا تو سخت ترین سزائیں دی گئیں۔

سوال: پلی بارگین کا قانون کیا ہے؟ اس کی شرائط کیا ہیں اور کسی ڈیفالٹر کے ساتھ پلی بارگین کرنے کا اختیار کس کو حاصل ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں اس قانون کا ماہر نہیں ہوں لیکن یہ قانون ہمارے ہاں استعمال ہوا ہے اور اس کو جس طرح استعمال کیا جاتا ہے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بددیانتوں نے بددیانتوں کو بچانے کے لیے ایک چیز بنائی ہوئی ہے جسے پلی بارگین کا نام دیا جاتا ہے۔ البتہ اس کے حق میں ایک دلیل یہ دی جاتی ہے جو تھوڑی سی وزنی معلوم ہوتی ہے کہ بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں یہ تو پتا چل جاتا ہے کہ جرم سرزد ہوا ہے اور فلاں بندے نے کیا ہے لیکن ایسے شواہد نہیں مل پاتے اور ایسی گواہیاں موجود نہیں ہوتی جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ جرم کس حد تک ہوا ہے اور کتنا ہوا ہے۔ اس قانون کے بنانے والے دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہمیں معلوم تو ہے کہ فلاں شخص نے ایک ارب کا غبن کیا ہے لیکن ایسے شواہد نہیں ہیں کہ عدالت میں جا کر اس کے خلاف ایک ارب روپیہ ثابت کیا جا سکے کہ اس نے فلاں فلاں طریقے سے ایک ارب روپے کا غبن کیا۔ ایسے حالات میں پھر بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی کے مصداق اس شخص کے ساتھ ڈیل کی جاتی ہے اور اس ڈیل کے نتیجے میں اس شخص سے کسی حد تک مال برآمد کر لیا جاتا ہے۔ میری یادداشت کے مطابق یہ قانون جنرل مشرف نے بنایا تھا لیکن اس کے بعد یہ تیسری سول حکومت آئی ہے کسی نے اس کو چھیڑا نہیں ہے۔

سوال: لیکن نیب تو دعویٰ کرتا ہے کہ ہم نے اس قانون کے ذریعے ارب ہا ارب روپے بازیاب کیے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: وہی میں عرض کرتا ہوں کہ ان کے پاس ایک اختیار آ گیا لیکن ان کے پاس پورے

شواہد نہیں ہیں یا اگر شواہد ہیں بھی تو ظاہر ہے پھر بددیانتی بیچ میں آجاتی ہے۔ وہ ملزم سے کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو ہمارے پاس یہ شواہد موجود ہیں۔ اگر عدالت میں جاؤ گے تو ارب کا ارب دینا پڑ جائے گا بلکہ ساتھ جرمانہ بھی دینا پڑے گا اور سود بھی دینا پڑے گا۔ بہتر ہے ہمارے ساتھ ڈیل کرلو۔ گویا یہ ڈیل ایک طرح سے بددیانتی پر مبنی ہے۔ اگرچہ اس سے حکومت کو کچھ فائدہ ہو جاتا ہے۔ نیب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے 394 ارب روپے بازیاب کیے ہیں لیکن میرے خیال میں ابھی تک وہ سٹیٹ بنک میں جمع نہیں ہو سکے۔ ہمارے ہاں نیب آرڈیننس کے تحت آرٹیکل 25 بی کہتا ہے کہ کسی شخص کی آن پیپر جتنی رقم واجب الادا ہے اور مارک اپ جتنا اب تک بن چکا ہوا ہے وہ دونوں کو تین برابر قسطوں کے اندر pay کرے گا۔ یعنی نیب کے قانون کے مطابق ساری کی ساری رقم واپس آجائے گی۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو عملی طور پر کہیں بھی ایسا نہیں ہوتا۔ اس پراسس کا آغاز پولیس انوسٹی گیشن سے کیا جاتا ہے۔ اس وقت دو چیزیں ایسی ہیں جن کو آپ صحیح طریقے سے پراسیکیوٹ نہیں کر سکتے۔ ایک وائٹ کالر کرائمز اور دوسرا اثاثہ جات کے معاملات۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا ایک گلوبل ویلیج بن چکی ہے۔ جب آپ رقم بیرون ملک بھیجتے ہیں تو اس بیرونی ملک کے قوانین اس کی معلومات حاصل کرنے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں کہ آپ نے کتنی رقم بھیجی ہے اور کس ذریعے سے بھیجی ہے۔ لہٰذا اس بات کا تخمینہ لگانا کہ کس نے کتنی رقم باہر بھیجی ہے اب یہ ناممکن ہو چکا ہے۔ پچھلے دنوں یورپی یونین کی پارلیمنٹ نے اپنے ایک فیصلے کے ذریعے موریطانیہ اور سوئٹزرلینڈ کو ٹیکس ہیونز کی بلیک لسٹ سے نکال دیا کیونکہ یہ ان علاقوں میں شامل ہیں جہاں پر بلیک منی بہت زیادہ جاتی ہے اور پوچھا نہیں جاتا کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں خوشحالی بہت زیادہ ہے اور اس کی وجہ وہ ٹورازم کو قرار دیتے ہیں حالانکہ ٹورازم سے اتنی خوشحالی نہیں آتی بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ وہاں پر بلیک منی بہت زیادہ جاتی ہے۔ بہرحال یہ معاملات ایسے ہیں کہ جو گلوبلائز ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اگر حکومت واقعی چاہتی ہے کہ بلیک منی جو باہر گئی ہے وہ واپس آئے تو اس کا کوئی نہ کوئی طریقہ ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک ادارے کی ضرورت ہے۔

سوال: امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور جاپان کے جوڈیشل سسٹم میں پلی بارگین کی سہولت موجود ہے تو پاکستان میں پلی بارگین کا قانون اتنا متنازعہ کیوں ہے؟

رضاء الحق: اصل میں برٹش لاء تو ویسے ہی کامن لاز پر قائم ہے۔ باقی ممالک میں تحریری قوانین موجود ہیں لیکن برطانیہ میں تحریری قانون نہیں ہے۔ لیکن وہاں صرف پلی بارگین ہی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہاں ایک اور قانون بھی ہے جسے ہم اپنی زبان میں ہرجانے کا دعویٰ کہتے ہیں۔ وہاں پر سول کورٹ بہت زیادہ مضبوط ہے جس کی بنیاد پر آپ کسی کے خلاف ہرجانے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ریاست کے خلاف ہرجانے کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اس نے ملک کو نقصان پہنچانے والے شخص کو پلی بارگین کے تھرو معاف کر دیا اور غلط طریقے سے معاف کیا۔ یہ بات عدالت میں کوئی بھی شخص جا کے کہہ سکتا ہے کہ حکومت نے میرے ملک کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس وجہ سے وہاں پر پلی بارگین کرنے والے ادارے پہلے سے ہی محتاط ہوتے ہیں کہ ٹھیک طریقے سے پلی بارگین کی جائے۔ ہمارے ہاں اس لیے یہ متنازع ہوتا ہے کہ ایک تو ہمارے دوسرے قوانین اتنے زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ پھر ہمارے ہاں مبالغہ آرائی اور تشہیر بہت زیادہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہمارے میڈیا کی ریٹنگ نہیں بڑھتی۔ اس لیے میڈیا بھی چیزوں کو بڑھا چڑھا کر اور توڑ موڑ کر پیش کرتا ہے۔ جبکہ مغرب میں کڑی نگرانی کے بہت ذرائع ہوتے ہیں۔ وہاں پر جب کسی ادارے کی پرائیویٹائزیشن ہوتی ہے تو ہمیشہ ایک ریگولیٹری باڈی یہ دیکھنے کے لیے بٹھائی جاتی ہے کہ کہیں خریدنے والے ادارے اپنی اجارہ داری قائم نہ کر لیں۔ اگر کوئی ایسا کرے تو اس کے خلاف اینٹی ٹرسٹ لاز کے ذریعے ایکشن لیا جاتا ہے۔ یعنی برطانیہ میں خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جبکہ ہمارے ہاں ملکی مفاد میں ایسی کوئی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ مزید خامیاں پیدا کی جاتی ہیں تاکہ چور راستہ مل سکے۔ اسی لیے لوگ یہاں پلی بارگین پر تنقید کرتے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں ایسے قوانین موجود نہیں ہیں جو پلی بارگین کے سسٹم کو سپورٹ کر سکیں۔ کیونکہ یہ اکیلا سسٹم نہیں ہے اس کے ساتھ بہت سارے قوانین ملے ہوئے ہیں۔ البتہ بعض لوگ اپنی لاعلمی کی وجہ سے بھی تنقید کر رہے ہوتے ہیں۔

سوال: کیا اسلام میں پلی بارگین کا تصور موجود ہے۔ کیا فدیہ اور جزیہ پلی بارگین کے زُمرے میں نہیں آتے؟

ایوب بیگ مرزا: اسلام میں مالیاتی بددیانتی (چوری، کرپشن، غبن وغیرہ) کے لیے ہرگز کوئی سمجھوتہ نہیں ہے بلکہ اس کے لیے سزائیں مقرر ہیں۔ اگر چوری کی ہے تو ہاتھ کٹے گا۔ البتہ قتل کا کیس ہے تو اس میں سمجھوتے کی ایسی صورت حال بن سکتی ہے جس کو دیت کہا جاتا ہے۔ لیکن اس میں ایک بہت بڑی شرط ہے کہ مقتول کے لواحقین پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے بلکہ ان کے سامنے اس انداز میں پیشکش کی جائے کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے آپ ہم سے اتنی دیت لے لیں۔ پھر اگر وہ اس کو منظور کر لیں تو دونوں فریق ریاست کے پاس چلے جائیں اور ریاست اپنی نگرانی میں دیت کا معاملہ طے کرے۔ لیکن ہمارے آئین میں یہ اختیار صدر مملکت کو دیا گیا ہے جو بہت غلط بات ہے۔ حالانکہ جب مقتول کے لواحقین نے خود برضا و رغبت معاف کر دیا تو ان کے دل سے کدورت نکل جائے گی۔ اس حوالے سے اسلام کا قانون فطری ہے کہ معاف کرنے کا حق صرف لواحقین کو ہے۔ کیونکہ قتل عمداً بھی ہوتا ہے اور بالخطا بھی ہوتا ہے۔ لیکن اسلام میں سزاؤں کے نفاذ میں عموماً کسی قسم کی رعایت نہیں ہے۔ جہاں تک فدیہ کا تعلق ہے تو پرانے زمانے میں جب جنگیں ہوتی تھیں تو فاتح قوم مفتوح لشکر کے لوگوں کو قیدی بنا لیتی تھی۔ جس پر ان کے لواحقین پیش کش کرتے تھے کہ ہم آپ کو اتنی رقم دیتے ہیں یا فلاں علاقہ فدیہ میں دیتے ہیں۔ اس کے بدلے میں آپ ہمارے آدمیوں کو چھوڑ دیں۔ یہ طریقہ خالصتاً اسلامی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس کا پلی بارگین کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔

☆☆☆

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

احتیاط کیجیے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

آزادی مارچ، شہر اقتدار میں آن اترا ہے۔ بے مثل، بے نظیر، منظم، منضبط پاکیزہ نوجوانوں کی ایک عظیم قوت کا اظہار۔ یہیں سے ہمارے سارے اندیشے سر اٹھاتے ہیں جنہیں ہم بلا کم وکاست پورے اخلاص سے بیان کرنے چلے ہیں۔ قلب وذہن وہ ہے جو جماعتی، گروہی، عصبیتوں سے ہمیشہ آزاد رہا ہے۔ ہمیشہ پوری دیانت داری سے اسلام اور اہل اسلام سے وابستگی رکھی ہے۔ جیسے آپ اپنے گھر میں رہتے ہوئے، اپنے گھر والوں سے وفادارانہ رشتہ نبھاتے ہوئے اپنے بہن بھائیوں، اہل خاندان سے خیر خواہانہ تعلق رکھتے ہیں۔ دعا کے رشتے سے باہم مربوط رہتے ہیں۔ سو میرا خاندان شرق تا غرب، نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر پھیلا ہوا ہے۔

اس طویل جملۂ معترضہ یا تمہید طولانی کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ہم ذات پات، برادری قبیلوں کے اسیر ہیں، اسی طرح جماعتوں، شخصیات کی بھی اسیری ہے۔ گفتگو ہو یا تحریر، اسی پیرائے میں دیکھی، سنی پڑھی جاتی ہے کہ کون کہہ رہا ہے، یہ نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے۔ سو جان لیجیے کہ...... گھر میرا نہ دِلّی، نہ صفاہاں، نہ سمرقند! اٹھارہ سالہ دجالی جنگ کے لمحے لمحے کو بلا مبالغہ دل کی آنکھوں سے دیکھا، پڑھا جانا ہے۔ پوری امت ایک ہی حال سے دوچار ہے۔ باب الفتن، اور سورۃ الکہف کا آئینہ سبھی کچھ برسرزمین دکھا رہا ہے۔ جو کچھ مشرق وسطیٰ، بنگلا دیش میں ہوا، مصر تا لیبیا ہوا سب اظہر من الشمس ہے۔ اہل دین دجالی توپوں کے نشانے پر ہیں ہر جا۔ ایٹمی پاکستان میں دینی قوت؟ اسے ختم کرنے کو گزشتہ 18 سالہ جنگی حالات میں کیا کچھ نہ ہوا۔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں!

پاکستان کے قلب میں دینی قوت کی تنظیم، ثبات اور یکسوئی کا یہ مظاہرہ؟ صرف پاکستان کے اندر لادینیت کو حکمران رکھنے والوں کی راتوں کی نیندیں حرام کرنے والا نہیں، دنیائے کفر کے لیے ایک شدید دھچکا ہے۔ 18 سال انہوں نے کیا کیا پاپڑ نہ بیلے، پاکستان کو رواداری، مکالمہ سافٹ امیج پر لا کھڑا کرنے، اسلام کی جگہ گٹاری تصوف اور ماڈریٹ اسلام کے بل بورڈ پر چڑھی لڑکیاں، کوک اسٹوڈیو، ویٹ سالانہ مقابلہ ہائے حسن، نصابوں کی مکمل تبدیلی، نجی چینلز سے اُمڈتی بے حیائی کے بعد یہ منظر؟ اربوں ڈالر بے مصرف ہو گئے! ایک طرف تبلیغی اجتماع میں شرعی حلیوں سے بھرے حد نظر تک پنڈال۔ دوسری جانب اسلام آباد میں دینی نوجوانوں کا سمندر۔ نماز جمعہ کا پرشکوہ اجتماع۔ بعد از فجر قرآن ہاتھوں میں اور قرآن سینوں میں لے حفاظ، کلام الٰہی لیے نظارۂ کوہ طور پیش کر رہے ہیں۔ اور پھر یہ وہ ممنوعہ ''سیاسی اسلام'' ہے جس کے لیے بُش اور رینڈ کارپوریشن کے ہدایت ناموں نے کف آلود لہجے میں غیظ وغضب کا اظہار کر دیا تھا۔ تبلیغی ماڈل تو جیسے تیسے سہہ لیں گے، سیاست کے جملہ حقوق کفر کے لیے محفوظ ہیں۔ کوئی جرأت نہ کرے اس طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی! سو آپ نے بیل کو لال رومال دکھا دیا؟ ابھی تو وہ بغدادی پر بغلیں بجا رہے تھے۔ القاعدہ سے نمٹ رہے تھے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یکا یک ایک اتنا بڑا چیلنج یوں چوراہے پر لا کھڑا کیا! ابھی تو طالبان نہ اگلے بن پڑ رہے ہیں نہ نگلے۔ انہی سے مشابہ ایک لاؤلشکر خاموشی سے آسمان سے آن ٹپکا ہے۔

اب آپ کو ہر قدم حزم واحتیاط سے اٹھانا ہے۔ سیاسی سیکولر جماعتیں سبھی یوٹرنی ہیں، پل پل مؤقف بدلنے، دباؤ قبول کر کے سر پر پاؤں رکھ کر نکل جانے والی۔ سبھی کی جان نیب کے طوطے میں پھنسی ہے یا پھنس سکتی ہے۔ اسٹریٹ پاور ان کے پاس نہیں۔ لائق اعتماد بھی نہیں۔ یہ سب گزشتہ سالوں میں کفر کے اتحادی بنے، اسلام سے فرار کی راہوں پر گامزن رہے۔ اتنی محنت سے بنائے سافٹ امیج کو، اتنے نمایاں دینی اکٹھ کے سمندر میں وہ کیونکر غرق کر دیں گے؟ سو قدم قدم ہچکچاہٹیں، کسمساہٹیں بلاسبب تو نہیں۔ لاہور میں میزبانی تک کا فریضہ جن اتحادیوں نے نہ نبھایا، چائے کی پیالی پلانے کی مروت نہ دکھائی، ان سے توقع؟ یہ 'چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کرے گا' کی ہلاشیری دے کر خود پیچھے ہٹ جائیں گے۔

پاکستان کے عوام پر اس مجمعے کا گہرا تاثر پڑ رہا ہے۔ اس شہر نے مخلوط دھرنے کا اخلاق، کردار، زبان وبیان، نشست وبرخاست، اکل وخورد، سیاست اور ہلڑ باز تہذیب دیکھی تھی۔ اس کے مقابل زبردست تضاد لیے ایک پاکیزہ، پُرسکون، ایمان پرور منظر ہے یہ۔ مدارس کے نوجوان (8 سالہ حکومتی بندشوں، پابندیوں کے ہاتھوں) چنے، کیلے کھا کر، روزے رکھ کر مہینہ بھر بھی یہاں نمازیں، قرآن پڑھتے، درس وتدریس والا دھرنا دینے کے اہل ہیں۔ یہ جڑواں شہروں کو انتہا پسندی سکھا دیں گے! (مغربی اصطلاح عین یہی معانی رکھتی ہے) نیز سیاسی جماعتوں کے جلسوں میں دیگوں اور کیک پر ٹوٹ پڑنے والے مناظر کی یاددہانی بھی تو تضاد واضح کیے دیتی ہے۔ یہ تو ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

گویا دین دشمنوں کے لیے ماتم کا شور بپا کر دینے والے مناظر ہیں۔

عالم اسلام میں (خاکم بدہن) مصر میں توڑی جانے والی قیامت ہم دیکھ چکے ہیں۔ امریکی اتحادی ممالک کی بیشتر تربیت مصر میں ہوئی ہے۔ جمہوریت کے راستے نظام اسلام لے کر آنے پر خلیل زادز لمے کی یہودی بیوی شیرل بینارڈ کی رینڈ کارپوریشن کے تحت شائع ہونے والی تحریریں ایک نظر دیکھ لیجیے۔ (وہ بلڈوزروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے مصر میں مرسی شہید کا نظام بدلنے والا جمہوری انقلاب تہہ تیغ کر چکے)۔ الجزائر اور لیبیا میں حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ، خانہ جنگی دیکھ لیجیے۔ تیونس میں دینی عنصر کا ابھر آنا ان کے سینے پر مونگ دل رہا ہے۔ احتیاط صد احتیاط۔ یہ نوجوان پاکستان کا مستقبل ہیں۔ مذہبی کارڈ والے مودی کے مقابل یہ سیکولر طبقہ، ناچ گا بجا کر، پاکستان سے حب الوطنی اور کشمیر سے فلمیں بنا کر اظہار یکجہتی والے آدھا دن بھی نہیں ٹھہر سکتے۔

یہ لا الٰہ الا اللہ والا پاکستان، جن بنیادوں پر بنا تھا، اسی پر بچایا جائے گا۔ یہ ایمان، صبر وثبات کا عظیم خزانہ جو چوروں، ڈاکوؤں کی بھری دنیا میں سامنے آ گیا ہے، اسے اپنی دانائی، حکمت وتدبر، تحمل (جس کی آپ کے پاس کمی نہیں) سے جائع ہونے، لٹ جانے سے بچائیں۔ آپ نے قوم پر حجت تمام کر دی۔ انصافیوں کو ان کی حقیقت کماحقہ باور کروا دی۔ ہوا کا رخ، چاروں صوبوں کی بھرپور نمائندگی سے بتا، دکھا دیا۔ اسے ملک ودین کے مستقبل کے لیے محفوظ رکھنا اشد ضروری ہے۔ یہی آپ کی فراست کی دلیل ہو گی۔ یہی وقت کا تقاضا ہے۔ یہی دینی حلقوں کی چاہت ہے۔ کامیابی کی مہر بحمد اللہ لگ چکی۔ جذباتیت کو معاملہ فہمی اور فراست کی لگام دے کر سنبھالا جاتا ہے۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔ **اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم......(الخ)**

❁❁❁

دعوت کے دو بنیادی کردار: داعی اور مدعو

سالانہ اجتماع کے حوالے سے خصوصی تحریر

فرید اللہ مروت

دعوت کے دو بنیادی کردار ہیں: ایک داعی اور دوسرا مدعو۔ تاہم دعوت کی کامیابی کا مکمل انحصار داعی کی ذات پر ہے کیونکہ دعوت کے مضامین خواہ کتنے ہی پرکشش کیوں نہ ہوں، اگر داعی کا طریقِ دعوت ڈھنگ کا نہیں ہے اور وہ مخالف کو حالات کے مطابق مختلف اسالیب اختیار کر کے بات سمجھانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جو بات ایک پہلو سے سمجھ میں نہیں آتی، وہی بات جب دوسرے انداز سے سامنے آتی ہے تو دل میں اتر جاتی ہے۔ مبلغ کی کامیابی صرف اس بات میں ہے کہ دوست دشمن سبھی پکار اٹھیں کہ اس نے ابلاغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں تصریف آیات اسی چیز کا نام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اور اسی طرح ہم اپنی دلیلیں مختلف اسالیب سے پیش کرتے ہیں، تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور وہ بول اٹھیں کہ تم نے اچھی طرح پڑھ کر سنا دیا اور تاکہ ہم جاننے والوں کے لیے اچھی طرح واضح کر دیں‘‘۔ (الانعام:105)

قرآن مجید کے اولین مخاطب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ ہیں، اس لیے قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے صحابہ کرامؓ کو دعوت کے طریق کار اور اسالیب کی تعلیم دی۔ یہ صرف دین اسلام کی خوبی ہے کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو باقاعدہ دعوت و تبلیغ کے اصول پوری شرح وبسط سے بتائے ہوں۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

’’یہ نکتہ کہ کس طرح لوگوں کو سچائی کے قبول کرنے کی دعوت دینی چاہیے، دنیا میں پہلی دفعہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوا۔ وہ مذہب بھی جو الہامی اور تبلیغی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں، یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے صحیفوں نے ان کے لیے تبلیغ کے اہم اصول کی تشریح کی ہے لیکن صحیفہ محمدی ﷺ نے نہایت اختصار لیکن پوری تشریح کے ساتھ اپنے پیروؤں کو یہ بتایا کہ پیغام الٰہی کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جائے اور ان کے قبولِ حق کی دعوت کس طرح دی جائے‘‘ (سیرت النبی 4،91)

قرآن مجید نے دعوت کے اصول ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ﴾ (النحل:125)

’’(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو۔‘‘

اس آیت میں دعوت دین کے تین بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں: حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ بطریق احسن۔ اگر رسول ﷺ کی زندگی کا مطالعہ داعی اسلام کی حیثیت سے کیا جائے تو یہ بات بڑی واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے فریضہ کو ادا کرتے وقت ان اصولوں سے سرِ مو انحراف نہیں کیا اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کے دعوتی کردار میں بھی انہی اصولوں کا غلبہ نظر آتا ہے۔ ایک غیر تربیت یافتہ داعی دعوتِ دین کے لیے کس قدر غیر موزوں ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ مبلغ اپنی دعوت کے لیے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے پیش کیے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہوں گے، اگر اس کا اندازِ خطابت درشت اور معاندانہ ہو گا، اگر اس کی تبلیغ اخلاص وللّٰہیت کے نور سے محروم ہو گی تو وہ اپنے سامعین کو اپنی دعوت سے متنفر کر دے گا کیونکہ اسلام کی نشر و اشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے۔ اس کو قبول کرنے کے لیے نہ کوئی رشوت پیش کی جاتی ہے اور نہ جبر واکراہ سے کام لیا جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان، ایمان ہی نہیں جس کے پس پردہ کوئی دنیوی لالچ یا خوف و ہراس ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب مکرم کو دعوت اسلامی کے آداب کی تعلیم دی‘‘۔ (ضیاء القرآن: 2،617)

گویا دعوت کی کامیابی میں مرکزی کردار داعی کا ہے۔ داعی جس قدر تربیت یافتہ اور انسانی نفسیات کا عالم ہو گا، اسی قدر اس کی دعوت مؤثر ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مؤثر ہونے کی ایک اہم وجہ آپ ﷺ کا ذاتی کردار تھا تو دوسری بنیادی وجہ آپ کا اسلوب دعوت تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطبین کی ذہنی استعداد، میلانات، رجحانات اور ان کے خاندانی و علاقائی پس منظر کو سامنے رکھ کر دعوت کا کام کیا۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی متعین طریق دعوت نہ تھا بلکہ مخاطبین دعوت کے تبدیل ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ کا اسلوب دعوت بھی تبدیل ہو جاتا تھا۔ ایک جاہل، ان پڑھ اور اجڈ مخاطب کو دعوت دینے کا انداز پڑھے لکھے اور شہر کے رہنے والے فرد سے مختلف ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت زندگی کا مطالعہ ہر داعی اسلام کے لیے اس حوالے سے دلچسپ بھی ہے اور قابل تقلید بھی کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ مخاطب کی صلاحیت کو پیش نظر رکھ کر اس کو دعوت پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ سے ملنے کے بعد لوگ مطمئن ہو کر واپس جاتے تھے۔

دعوت دین کا یہ وہ اسلوب ہے جو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست اپنے حبیب مکرم ﷺ کو سکھایا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو دعوت دین کے ان ہی مختلف اسالیب کی تعلیم دی اور پھر صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات اور طرزِ عمل کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ ابو وائل ؓ سے روایت ہے:

’’عبداللہ بن مسعود لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں، تو انہوں نے فرمایا میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت سناتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو وقفہ کر کے نصیحت سنایا کرتے تھے تاکہ ہم بے زار نہ ہو جائیں‘‘۔

اس مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام ؓ دعوت و تبلیغ میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور طرزِ عمل کو پیش نظر رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی داعی کو کسی قوم، قبیلے یا علاقے کی طرف روانہ فرماتے تو وہاں کے لوگوں کے حالات کو پیش نظر رکھ کر دعوت دینے کا کہتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اصول تدریج کی تلقین

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ دعوت و تبلیغ میں تدریج کا لحاظ رکھا اور دوسرے مبلغین اسلام کو بھی اصول تدریج کی تلقین فرمائی۔ تدریج کا مطلب یہ ہے کہ داعی یک بارگی شریعت کے تمام احکامات کا بوجھ مخاطب کی گردن پر نہ لادے بلکہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے سارے احکام پیش کرے۔ تدریج کا یہ اصول فرد اور قوم دونوں کے لیے ضروری ہے۔ دین ایک نظام ہے اور اس نظام کو اگر حکیمانہ ترتیب سے

پیش نہ کیا جائے تو مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔

رفق و نرمی

داعی دعوت کا کوئی بھی اسلوب اختیار کرے، جب تک وہ مخاطب سے نرمی اور خیر خواہی کے جذبہ سے بات نہیں کرے گا، اس کی دعوت مؤثر نہیں ہوگی۔ سختی اور شدت مخاطب کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرتی ہے جس سے مخاطب اپنی ضد پر اڑ جاتا ہے۔ نتیجتاً دعوت کا سارا فائدہ اور نصیحت کا سارا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنے بدترین مخالفین سے بھی نرم انداز میں گفتگو کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

ترغیب و ترہیب

آپ ﷺ نے عمرو بن حزم کو بنی حارث کی طرف ایک طویل مکتوب دے کر روانہ فرمایا جس میں ان کو اسلامی احکام کی تبلیغ کا حکم فرمایا اور اس کے ساتھ ان کو دعوت میں ترغیب و ترہیب کا انداز اختیار کرنے کا بھی حکم دیا:

''لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں، دوزخ سے ڈرائیں اور اس کے اعمال سے متنبہ کریں۔ لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئیں تاکہ وہ ارکانِ دین کو اچھی طرح سمجھ لیں۔''

(ابن ہشام، اسلام بنی الحارث بن کعب 4/250)

موقع و محل کا لحاظ رکھنا

ہر داعی اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کیا دعوت و تبلیغ کے لیے یہ وقت اور موقع مناسب ہے کیونکہ اگر مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو تو جذبے کی سچائی اور اندرونی لگن کے باوجود داعی کی دعوت غیر مؤثر ہوگی۔ اس وقت مناسب یہ ہوگا کہ داعی بحث کو بڑھانے کے بجائے وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں نکتہ چینی کر رہے ہیں تو ان سے اعراض کرو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔'' (الانعام:68)

آسانی اور سہولت

دین کی جائز آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھنا، دین کو درشت اور مشکل نہ بنانا اس کی قبولیت کا اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لیے ہمیشہ آسانی اور سہولت کے پہلو کو پیش نظر رکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو امور میں اختیار دیا گیا مگر یہ کہ آپ ﷺ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔ اگر گناہ ہو تو اس سے تمام انسانوں سے زیادہ دور ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جبکہ اللہ کے دین کی حرمت مجروح ہو تو پھر آپ ﷺ اللہ کے لیے انتقام لیتے۔''

(الموطأ، کتاب حسن الخلق)

مخاطب کی ذہنی استعداد کا خیال رکھنا

دعوت و تبلیغ میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ داعی مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی دعوت پیش کرے۔ اگر داعی عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو نظر انداز کرتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کر دے یا کسی صاحب علم اور دانشور شخص کو دعوت دیتے وقت گفتگو کا غیر علمی اور غیر عقلی اسلوب اختیار کرے، تو اس صورت میں دعوت کے مؤثر ہونے کی توقع رکھنا فضول ہے۔

مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھنا

داعی کا فرض ہے کہ وہ ممکن حد تک مخاطب کے معاشرتی و سیاسی مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھے۔ کیونکہ ایسے لوگ عزت افزائی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اگر داعی ان کے مقام و مرتبہ کو نظر انداز کرے گا تو ممکن ہے کہ شیطان اسے گمراہ کر دے اور اسے حق بات سننے سے روک دے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"انزلوا الناس منازلھم"

''لوگوں سے ان کی قدر و منزلت کے مطابق پیش آؤ''

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب)

ایجاز و اختصار

داعی کے لیے اس امر کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ دعوت کی فضول تکرار اور بے فائدہ طول بیان کہیں لوگوں کو دعوت کے مضامین ہی سے متنفر نہ کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کے خطبے نہایت مختصر ہوا کرتے تھے اور بعض روایات میں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے اختصار کو خطیب کی دانش مندی کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"ان من البیان سحراً"

''بعض خطبے جادو ہوتے ہیں''

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب)

جبر و اکراہ سے اجتناب

اسلام نے اپنی ترویج و اشاعت کے با قاعدہ اصول بیان کیے ہیں اور کھل کر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ دین ایسی چیز نہیں جس کو زبردستی کسی پر ٹھونسا جائے۔ دین اسلام کا اولین جزو ایمان ہے اور ایمان نام ہے یقین کا۔ دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی زبردستی پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لیے قرآن کا واضح حکم ہے:

﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قف قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ج﴾ (البقرہ:256)

''دین میں زبردستی نہیں ہے، تحقیق ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے''۔

بحث کا لبِ لباب

مخاطبین دعوت دو چیزوں سے فوری طور پر متاثر ہوتے ہیں: ایک داعی کا ذاتی کردار اور دوسرا اس کا بات کرنے کا انداز۔ داعی کی صرف یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو بیان کر دے بلکہ وہ مضامین دعوت کو لوگوں کے سامنے اس انداز سے پیش کرے ان پر حق پوری طرح آشکار ہو جائے اور بات ہر خاص و عام کی سمجھ میں آ جائے اور جن لوگوں کے دلوں میں قبولِ حق کی کچھ بھی صلاحیت اور تڑپ ہے، وہ اس کو قبول کر لیں۔ اس مقصد کے حصول کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ دعوت کی زبان انتہائی مؤثر، داعی کا طرز کلام فطری اور اس کا اسلوب دل نشین ہو۔

داعی کا اوّلین کام مدعو کے ذہن کو بالکل تبدیل کر کے رکھ دینا ہے، اس لیے یہ کام اس قدر آسان نہیں۔ اس کے لیے داعی کا صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم ہونا بھی ضروری ہے۔ دعوت حق میں حکیمانہ انداز تخاطب کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکمت کے سارے اصول پیغمبر اسلام ﷺ کو سکھائے اور آپ ﷺ نے اپنی دعوتی زندگی میں ان اسالیب کو اختیار کر کے ایک مثال قائم کی اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی۔ بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں اسی نبوی منہج کا بار بار ذکر کیا اور تنظیم اسلامی بھی اسی نبوی منہج پر اپنے رفقاء کی تربیت کر رہی ہے۔ یہ صرف امت محمدیہ ﷺ کی خصوصیت ہے جس نے دعوت کے اصول اور اسلوب کو اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی دوسرا مذہب اس معاملے میں اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قرآن نے خود دعوت کے اصول اور اسلوب کو بیان کیا اور پیغمبر اسلام ﷺ نے اس پر عمل کر کے ایک عملی مثال قائم فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو بھی ان کی تلقین اور ہدایت فرمائی جیسا کہ گزشتہ سطور میں اس کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پہلے ہم خود اس نبوی طریق پر اپنی تربیت کریں اور پھر دوسرے لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیں۔

❀❀❀

سمع وطاعت اقامت دین کا اہم ستون

راحیل گوہر

جب کوئی نظریہ ذہن کے افق پر ظاہر ہوتا ہے تو اس کے خدوخال کو واضح کرنے اور اس کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے کسی تنظیم، اجتماعیت یا ادارے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی بھی نظریہ جب تک ذہن میں رہتا ہے اس سے معاشرے کے دیگر افراد کے فکر وعمل میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ نظریۂ افادیت، نظریۂ وجودیت، نظریۂ ارتقاء، نظریۂ ضرورت اور نظریۂ جنس وغیرہ، یہ سب عملی شکل میں ڈھل کر عالم انسانیت کے فکر وعمل میں ایک ایسا انقلاب برپا کر گئے جن کے نقوش آج تک ذہنوں پر مرتسم ہیں۔

تنظیم یا ادارہ یا کوئی اجتماعی جدوجہد سیاسی ہو، مذہبی ہو، سماجی ہو یا کسی اور شعبۂ زندگی سے متعلق ہو، بہرحال یہ کچھ بنیادی اصولوں کے تحت اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ اس میں مختلف عوامل کارفرما ہوتے ہیں، مثلاً کوئی نظریہ اور اس نظریے سے جڑے افراد کی تربیت، مالی وسائل، نظم وضبط اور اس میں جو سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز ہے جو اس اجتماعی نقل وحرکت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، وہ امیر تنظیم یا امیر جماعت کی غیر مشروط اطاعت ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں ''سمع وطاعت'' کہا جاتا ہے۔ اس اصول پر عمل کیے بغیر کوئی تنظیم یا جماعت معاشرے میں مثبت کردار ادا نہیں کر سکتی اور نہ زیادہ عرصے تک اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے، ذہن میں اترا ہوا نظریہ دھندلا جائے گا اور اجتماعیت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں سمع وطاعت جماعت کی ملی سیرت کا ایک مستقل باب ہے۔ اور رسول کریم ﷺ نے اس کو ایک مذہبی فریضہ قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

''میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں، جن کا مجھے اللہ نے حکم دیا ہے۔ التزامِ جماعت، سمع وطاعت، ہجرت اور جہادِ فی سبیل اللہ۔ کیونکہ جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے نکل گیا، گویا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال پھینکی، مگر اس صورت میں جب کہ وہ پھر جماعت میں آجائے۔'' (رواہ احمد)

اسی حوالے سے صحیح البخاری ''کتاب الفتن'' کی روایت ہے، عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیعت لی اور یہ عہد لیا کہ ہم ہر حال میں سمع وطاعت کے پابند رہیں گے، خواہ آرام ہو یا خوشی کا وقت ہو یا رنج ومصیبت کا، یا ہم سے ترجیحی سلوک کیا جا رہا ہو، نیز اس بات کا ہم نے عہد کیا کہ حکومت کے معاملے میں اہل حکومت سے نزاع نہ کریں گے، ہاں اس وقت تم ایسا کر سکتے ہو جبکہ تم ان میں ایسا واضح کفر دیکھ لو جس کے لیے تمہارے پاس خدائی سند موجود نہ ہو۔''

ایک عام دنیاوی ادارے میں بھی اس کے سربراہ کے حکم کی تعمیل کرنا ادارے کے ہر کارکن پر فرض ہوتا ہے، حکم عدولی کی صورت میں اس کی ملازمت خطرے میں پڑ جاتی ہے، اس لیے انسان کسی بھی ادارے سے منسلک ہو، اس کی خیر خواہی اور اس کی وفاداری اس پر لازم ہے۔ جبکہ دین اسلام تو، نظامِ اطاعت وفرماں برداری کا ہی دین ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

''مؤمنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی، اور کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔'' (النساء:59)

امیر کی اطاعت کی اہمیت اور فرضیت کا اندازہ تاریخ کے وہ واقعات ہیں جو زمینی حقائق کا درجہ رکھتے ہیں، مثلاً غزوۂ احد کا واقعہ کہ کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اجتہادی غلطی کی بنا پر مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ عارضی طور پر شکست میں بدل گئی۔ رسول کریم ﷺ نے احد پہاڑ کے ایک درّے پر پچاس صحابہ کرامؓ کو متعین کیا اور ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاریؓ کو بنایا اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ:

''ہماری پشت کی حفاظت کرنا، اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا۔'' (احمد، طبری، حاکم) اور صحیح بخاری کے الفاظ کے مطابق آپؐ نے یوں فرمایا: ''اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں۔ اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور انھیں کچل دیا ہے، تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں۔'' (البخاری کتاب الجہاد)

لیکن درّے پر متعین صحابۂ کرامؓ میں اختلاف رائے ہو گیا، ان پچاس تیراندازوں میں سے بعض نے کہا، چلو ہم بھی چل کر مالِ غنیمت جمع کرتے ہیں۔ کمانڈر عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو رسول اللہؐ کے الفاظ یاد دلائے، اور کہا کہ کیا تم بھول گئے رسول اللہؐ نے تمھیں کیا حکم دیا تھا؟ یہاں سے نہ ہلنا، لہٰذا میں کسی کو اجازت نہیں دے سکتا۔ لیکن ان کی غالب اکثریت نے اس یاددہانی پر کان نہ دھرا اور وہ درّے کو چھوڑ کر چلے گئے۔ خالد بن ولید نے جب یہ منظر دیکھا تو پشت پر سے حملہ کر دیا۔ اور اس طرح صحابہ کرامؓ کی تاویل میں غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو وقتی طور پر ہزیمت اٹھانی پڑی۔ عبداللہ بن جبیر اور ان کے نو (9) ساتھی شہید کر دیے گئے۔ ایک قیامت صغرا برپا ہو گئی، نہ صرف یہ بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے۔

اب اس سانحۂ فاجعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دین اسلام کے تنظیمی امور میں امیر کی اطاعت کی کتنی اہمیت ہے۔ کوئی دنیوی لالچ، اپنے نفس کا کوئی تقاضا، کوئی حیلہ یا بہانہ امیر کے حکم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، الا یہ کہ کوئی شرعی عذر یا انتہائی اضطراری صورت حال درپیش ہو۔ امیر کی اطاعت اور نظم کی پابندی ہر داعی کے لیے شرط اولین ہے۔ بسا اوقات نظم کی طرف سے آیا ہوا کوئی تقاضا طبیعت پر گراں گزرتا ہے، مگر اجتماعی مفادات کے پیش نظر اس تقاضے کی تکمیل لازمی ہوتی ہے۔ ایسے ہی موقعوں پر

داعی کے امتحان اور نظم سے اس کی قلبی اور ذہنی وابستگی کا اصل پیمانہ (barometer) سامنے آتا ہے۔ چنانچہ ہر داعی کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ وہ کسی بھی نظم میں شامل ہونے سے پہلے خود کو ذہنی، قلبی اور فکری اعتبار سے تیار کرے،

ع جس کو ہو دین و دل عزیز، اس کی گلی میں جائے کیوں؟

کسی وقتی تقاضے کے تحت، جذبات سے مغلوب ہو کر، یا غیر ارادی طور پر لوگوں کی دیکھا دیکھی کسی تنظیم یا جمعیت میں شامل ہو جانا، انسان کو زیادہ دور چلنے نہیں دیتا، اس کے پائے استقلال میں لرزش آنے لگتی ہے۔ پھر اس کا وہی حال ہوتا ہے جس کا نقشہ سورۃ البقرہ کی آیت 20 میں کھینچا گیا ہے:

''جب بجلی (چمکتی اور) ان پر روشنی ڈالتی ہے تو یہ اس میں چل پڑتے ہیں، اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔''

گویا سہولت اور آسانی کا معاملہ سامنے ہے تو اللہ کے احکام ماننے اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے امرونہی پر چلنے کو تیار ہوتے ہیں اور اگر کہیں اپنے نفس کے تقاضے مجروح ہو رہے ہوں، مشقت اور جان جوکھوں میں ڈالنے کا معاملہ پیش ہو تو طرح طرح کے عذر اور حیلے بہانوں سے اپنا دامن بچاتے ہیں۔ بالکل یہی صورت حال اس وقت پیش آتی ہے جب امیر کی طرف سے اقامت دین کی جدوجہد میں کوئی نقل و حرکت کا سندیسہ آتا ہے۔

دراصل عام آدمی کی شخصیت دو رنگ بلکہ دو لخت چیز ہوتی ہے۔ اس کو اس کا احساس نہیں ہو پاتا اور جب احساس ہو جائے تو پھر وہ اس کو قائم رکھنا چاہتا ہے کیونکہ اس سے عملی زندگی میں سہولت پیدا ہوتی ہے۔ خود آگہی کے معنی ہیں اپنی شخصیت کے متضاد پہلوؤں کا ادراک حاصل ہونا، اس طرح جو عناصر ہمارے وجود سے متصادم ہو رہے ہوتے ہیں اس کا اعتراف کرنا اور پھر اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے درد و کرب کو برداشت کرتے ہوئے ان سب کو پرکھنا اور ان کا مطالعہ کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ یہی خود آگہی اور انسان کے روحانی ارتقاء کی پہلی سیڑھی ہے۔

خود آگاہ شخص اس کے ذریعے سے اپنی شخصیت میں یک رنگی وحدت اور ماحول سے ہم آہنگی پیدا کیا کرتا ہے۔

انسان کو زندگی کی شاہراہِ حیات میں قدم رکھتے وقت اگر اپنے مقصد اور اپنے ہدف کا شعوری ادراک نہ ہو، تو اس کے عمل میں ایک سست روی کی کیفیت رہتی ہے جو اس راہ کے دیگر مسافروں سے اسے بہت پیچھے کر دیتی ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی درجہ میں جانتا تو ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے مگر ہر کوئی کر نہیں سکتا۔ ہر شخص منزل کو دیکھ سکتا ہے لیکن وہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ کتاب کیسے لکھی جانی چاہیے مگر لکھ نہیں سکتے۔

امت مسلمہ کے علاوہ دیگر اقوام اپنی زندگی میں کوئی پاکیزہ نصب العین رکھتی ہیں اور نہ ان کے نزدیک خیر و شر کا کوئی پیمانہ ہی ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں اطاعت و فرمانبرداری کا کوئی اصول و ضابطہ متعین ہی نہیں ہے۔ لیکن اسلام میں اطاعت و فرمانبرداری کا باقاعدہ اصول اور معیار مقرر ہے۔ جسے انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے ادوار میں قائم رکھا اور مسلمان امت نے بھی انھی خطوط پر اپنا لائحہ عمل استوار کیا۔ انبیاء کی بعثت کا غالب مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانی سیرتوں کی اصلاح کریں اور انھیں ذمائم اخلاق سے دور کر دیں۔ وہ اپنے دستور عمل پر اپنے پیروؤں اور متبعین سے ان پر سمع و طاعت کا مطالبہ کرتے ہیں، اور ان کی تربیت انھی خطوط پر کرتے ہیں کہ وہ معصیت کی کسی راہ پر قدم ہی نہ رکھ سکیں۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سمع و طاعت مسلمان پر لازم ہے ان باتوں میں جن کو وہ پسند کرے یا نہ کرے، جب تک اس کو اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے، تو اس وقت نہ سننا (سمع) جائز ہے، اور نہ ماننا (طاعۃ) جائز ہے۔'' (صحیح بخاری)

یوں تو کسی بھی تنظیم یا جمعیت کا امیر بھی ایک انسان ہی ہوتا ہے اس سے بر بنائے بشری خطا و نسیان کا صدور ہو سکتا ہے۔ جیسا کی رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' تمام بنی آدم خطا کار ہیں، اور سب سے اچھے خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

ایسے کسی موقع پر دین حق کی جدوجہد کرنے والے اس کے پیروکاروں کو امیر (کمانڈر) کی کسی بات یا کسی عمل سے کوئی اختلاف واقع ہو جائے، اس کے کسی فیصلے پر کوئی اشکال پیدا ہو جائے، تو سمجھداری، فراست، تحمل اور بردباری کی روش اختیار کرتے ہوئے اپنی بات امیر تک پہنچانا بہترین راستہ ہے۔ ایسی حالت میں یکبارگی برگشتہ ہو جانا، امیر کی طرف سے کسی قسم کی بدگمانی میں مبتلا ہونا یا اس سے بدظنی کا اظہار کرنا انتہائی نامناسب اور غیر اخلاقی طرز عمل ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہ صورتحال بھی پیش آئی ہے کہ کسی تنظیم یا جماعت میں اگر کسی رکن کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا، تو بجائے اس کے کہ اس اختلاف کو افہام و تفہیم کے ذریعے سے ختم کیا جاتا، تنظیم کا رکن اتنی جلد بازی اور ناسمجھی کا رویہ اختیار کرتا ہے کہ وہ تنظیم یا جماعت کو ہی خیر باد کہہ دیتا ہے۔ ایسے تمام کارکنان جماعت کو ان حدیثوں کو اپنے ذہن میں مستحضر رکھنا انتہائی ضروری ہے جن میں انتہائی قدم اٹھانے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔ از روئے قرآن حکیم تو بعض گمان گناہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے تو اس ضمن میں بڑی سخت بات فرمائی ہے، اس حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں:

''آپ ؐ نے فرمایا: جو اپنے حاکم کا کوئی کام ناپسندیدہ دیکھے تو اس کو چاہیے کہ صبر کرے اس لیے کہ وہ بالشت بھر بھی حاکم کی اطاعت سے نکلا تو اس کی موت، جاہلیت کی موت ہو گی۔'' (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث جس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، کہتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم پر سننا اور ماننا ضروری ہے، اپنی تنگی کی حالت میں بھی اور خوشحالی میں بھی، اپنی خوشی میں بھی اور ناخوشی میں بھی اور حکمرانوں کے تجھ پر دوسروں کو ترجیح دینے کی صورت میں بھی۔'' (مسلم، کتاب الامارۃ)

تنظیم یا جماعت کے ہر پیروکار کو ''سمع و طاعت'' کی پابندی کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر کسی جماعت یا گروہ میں نظم و ضبط قائم رہ ہی نہیں سکتا۔ سمع و طاعت کی پابندی میں ایک بامقصد تنظیم یا جماعت کی نشوونما اور اس کے استحکام و بقاء کا راز پنہاں ہے۔ دعوت دین کا بھاری بوجھ اٹھانے والے ہر داعی کو خوب اچھی طرح اپنے قلب و ذہن میں اس حقیقت کو نقش کر لینا چاہئے کہ جماعتی زندگی کے کاموں میں سمع و طاعت کا اس کی ترجیحات میں ہونا ناگزیر ہے۔ ہماری ترجیحات ہی تو ہمارے فکر و عمل کے زاویوں کو واضح کرتی ہیں۔

آدمی کا اصل تشخص ہی وہ ہوتا ہے جو اس کے ذہن میں ترجیح کے طور پر ہو۔ چنانچہ کسی بھی مقصد کی عملی تشکیل کے لیے اگر سمع و طاعت (سنو اور عمل کرو) کا رنگ آدمی کی شخصیت میں غالب نہیں ہے تو پھر اپنے مقصد یا اپنی منزل کا حصول ایک دیوانے کے خواب کا سوا کچھ بھی نہیں!

سیمینار: اکھنڈ بھارت کا توڑ کیسے؟

احمد علی محمودی

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیرِ اہتمام ''اکھنڈ بھارت کا توڑ کیسے؟'' کے عنوان سے ایک سیمینار 3 نومبر 2019ء کو الحمرا ہال، لاہور میں زیرِ صدارت ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان جناب مختار حسین فاروقی منعقد ہوا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب خورشید انجم نے ادا کیے۔ سیمینار میں رفقاء و احباب کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت جناب عبداللہ محمود نے حاصل کی۔ اس کے بعد جناب سید محمد کلیم شاہ نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کی، جبکہ جناب افتخار احمد نے کلام اقبال پڑھ کر سنایا۔ سیمینار سے مقررین نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایوب بیگ مرزا : (مرکزی ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان) ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے، جو عوام میں پائی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ اکھنڈ بھارت کا مطلب ہے، 1947ء سے پہلے کا ہند یعنی غیر منقسم ہندوستان اکھنڈ بھارت ہے۔ ایسا نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ اکھنڈ بھارت ایک ریاست کے حوالے سے ایک وہم و خیال اور ذہنی اختراع کے علاوہ کچھ نہیں۔ انسانی تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اکھنڈ بھارت کے نام سے کوئی ریاست قائم ہوئی ہو، اگر کسی کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کرے۔ ہندوؤں کے ادوار میں کہ جب ہندو یہاں کے حکمران تھے، ہندوستان متحد نہ تھا۔ موریہ خاندان ہندوؤں کا سب سے بڑا حکمرانی کرنے والا خاندان ہے۔ چندر موریہ کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ اس کے دور میں بھی سارے ہندوستان پر ہندوؤں کا قبضہ نہیں تھا، چہ جائیکہ اکھنڈ بھارت کی بات کی جائے۔

اشوکہ دی گریٹ، اشوک اعظم اس کا ہم بڑا نام سنتے ہیں تو پہلی گزارش یہ ہے کہ اشوکہ تو ہندو رہا ہی نہیں، وہ تو ہندو ازم چھوڑ کر بدھ مت میں چلا گیا تھا اور اس کی بھی ہرگز ہندوستان پر حکومت نہیں تھی، لہٰذا یہ جو بھارت کی موجودہ سیاسی صورتحال ہے، عوام کو خوش کرنے کے لیے ایک خواہش ہے، جس کا اظہار کیا جا رہا ہے، اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ تنظیم اسلامی یا دیگر تنظیمات اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی بات کرتی ہیں تو کیا آج کہیں اسلامی فلاحی ریاست کا وجود ہے۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ جہاں تک آج کا تعلق ہے، ہمیں حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے کہ واقعتاً کوئی اسلامی فلاحی ریاست قائم نہیں ہے، لیکن کون نہیں جانتا کہ نبی کریم ﷺ نے تقریباً آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم کی تھی، ایک چیز جو پہلے قائم تھی، ہم اسے دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اکھنڈ بھارت نام کی کوئی ریاست تھی نہیں تو پھر یہ تصور کہاں سے آیا؟ یہ تصور ایسٹ انڈیا کمپنی نے دیا تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے یہ تصور کیوں دیا تھا؟ اس لیے کہ وہ تاریخ سے واقف تھی۔ اسے معلوم تھا کہ مسلمانوں نے برصغیر پر ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے۔ مسلمان ایک طویل عرصہ تک سپریم طاقت رہے ہیں۔ ان میں اہلیت و استعداد ہے، ان کے پاس نظام ہے، جس سے وہ ایسی ریاست پھر سے قائم کر سکتے ہیں۔ ہندو تو جب سے مسلمان برصغیر میں داخل ہوا، اس وقت سے غلام ہے، پہلے مسلمانوں کا غلام ہوا، پھر انگریزوں کا غلام ہو گیا۔ لہٰذا ہمیں ہندوؤں سے کوئی خطرہ نہیں، ہمیں خطرہ ہے تو اس قوم سے جو آج گرچہ روبہ زوال ہے اور باہمی انتشار کا شکار ہے، کیونکہ اُن میں اہلیت بھی ہے اور استعداد و قابلیت بھی۔ تاریخ اس کے کارناموں سے بھری پڑی ہے اور یہ قوم دوبارہ کسی بھی وقت اُبھر سکتی ہے؟ لہٰذا اس نے ہندوؤں کو کھڑا کرنے اور کچھ طاقت دینے کے لیے اکھنڈ بھارت کا تصور دیا، وگرنہ ہندوؤں کا تو یہ تصور ہی نہ تھا۔

ڈاکٹر عبدالسمیع (نائب ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی وسطی پاکستان) ہندوستان میں صوفیاء کرام کی محنت اور قربانیوں سے اسلام کی اشاعت ہوئی، جنہوں نے اپنے مرشد کے حکم پر اپنے گھربار چھوڑ کر ہندوستان میں ڈیرے ڈالے، ایک ایک صوفی بزرگ کے ہاتھ پر لاکھوں افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ہندوؤں نے لوگوں کا اسلام کی طرف رخ روکنے کے لیے سکھ مذہب ایجاد کیا جو درحقیقت ہندو ازم کا توحیدی بیانیہ ہے۔ تاکہ جو ہندو توحیدی نظریہ سے متاثر ہوں وہ مسلمان ہونے کی بجائے سکھ مذہب اختیار کریں۔ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے اگر ہندوستان کے مسلمان حکمران بھی اپنا دینی فریضہ یعنی تبلیغ کرتے تو آج ہندوستان کی صورت حال بالکل مختلف ہوتی۔

شجاع الدین شیخ : (نائب ناظم تعلیم و تربیت) دین نظام حیات ہے، اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں زندگی کے تمام گوشوں کے لیے رہنمائی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہم سے مطالبہ ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یہ اسلام پاکستان کا تصور پیش کرنے والوں اور تحریک چلانے والوں کے سامنے بھی واضح تھا۔ آج شیطان اور دجال ہمارے خاندانی نظام پر حملہ آور ہے، ہمارے دین نے فرد کے بعد سب سے زیادہ تفصیلی احکامات خانگی و عائلی زندگی کے بارے میں عطا فرمائے ہیں۔ آج دنیا کے وہ ممالک یا معاشرے جہاں نکاح کا نظام ہی ختم ہو گیا ہے ان بیچاروں کے پاس رشتوں کو بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ آج اُس معاشرے میں حیاء کا جنازہ نکل چکا ہے، جب حیا ختم ہو جائے، حجاب اور پردے کے احکامات کی پاسداری نہ کی جائے، مرد و زن کا آزاد اختلاط ہو جائے، تو ایسے معاشرے تباہی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اسلام دین اللہ ہے، زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ کی ملکیت ہے، ہم اس کے امین ہیں۔ میرا جسم میری مرضی یہ غیر اسلامی نعرہ ہے۔ میں جو چاہوں وہ کروں، یہ کافر کہہ سکتا ہے۔ مومن اس دنیا میں پابند، جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آزاد، جبکہ کافر دنیا میں آزاد ہے جبکہ جہنم میں ہمیشہ کے لیے پابند سلاسل ہوگا۔ سیاسی نظام کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اصولی رہنمائی فراہم کر دی کہ باہمی معاملات مشاورت سے طے کرو اس لیے کہ دین اسلام قیامت تک قائم رہنے کے لیے آیا تھا۔

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی : (امیر حلقہ تنظیم اسلامی پنجاب جنوبی) پاکستان ایک نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا تو اس کی بقا اور استحکام اور اکھنڈ بھارت کا توڑ اسی طور پر ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہاں اسلامی نظام کا نفاذ ہو۔ اسلام بحیثیت دین غالب ہو، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جب سے پاکستان بنا ہے، اسلامی نظام کی طرف پیش قدمی کرنے کی بجائے ہم اس سے دور ہٹتے چلے جا رہے ہیں، ہم پر اللہ کی طرف سے جو سزا اور پکڑ ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اس نظریہ سے ہم نے انحراف کیا اور اللہ کے ساتھ وعدہ کر کے وعدہ خلافی کے مرتکب ہوئے، ہمارا معاشرہ سیکولرازم اور لبرل ازم کی طرف دوڑتا چلا جا رہا ہے۔ ملک پاکستان دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے، لائن آف کنٹرول پر بھارت گولہ باری کر رہا ہے، آپ

جارحیت کے لیے وہ اپنے دریاؤں پر ڈیم بنا رہا ہے تاکہ پاکستان کو پیاسا مار دیا جائے۔ اس وقت ملک آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کا مقروض ہے۔ ہمیں اس بات کا ڈر اور خدشہ ہے کہ ہم فنانشل ایکشن ٹاسک FAT کی بلیک لسٹ میں کہیں نہ آجائیں۔ ملک میں کرپشن، غربت، مہنگائی، بے روزگاری، اخلاقی تنزلی، سود کی بے برکتی اور معاشی بدحالی کا دور دورہ ہے۔ مروجہ نظام کی تبدیلی کے لیے سیرت النبی ﷺ کو سامنے رکھ کر جدوجہد کی جائے تو کامیابی قدم چومے گی۔

مختار حسین فاروقی (ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان) ہم مسلمان ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے ہیں، جو قرآن وہ ہمارے پاس لائے تھے، اسی کی انہوں نے تبلیغ کی، لوگ مسلمان ہوئے۔ اس کی بنیاد پر انہوں نے تنظیم بنائی، کارکنان کی تربیت کی اور انہیں باطل نظام سے ٹکرا دیا، جس کے نتیجے میں اللہ کا دین غالب ہوا۔ ہم نے اسی دین کے غلبہ کا کام کرتے رہنا ہے۔ اللہ ہماری محنتوں کو دیکھ رہا ہے، وہی ہمیں ہمارے کام کا اجر دینے والا ہے۔ لہٰذا اس کام میں سستی وکاہلی کا پہلو کسی طور پر بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ہم اس وقت غلامی کے دور سے گزر رہے ہیں۔ اللہ نے پاکستان کے مسلمانوں پر خاص احسان کیا ہے۔ پاکستان دنیا میں وہ واحد ملک ہے کہ جہاں ہم اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کا فیصلہ کرلیں تو ہمارے لیے ایک تیر سے تین شکار ہوں گے۔ ہماری دینی ذمہ داریاں ادا ہوں گی، تو ہماری قومی وملی ذمہ داریاں بھی ادا ہوں گی، اگر پاکستان مضبوط ہو، پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہو تو کسی غیر مسلم اور سیکولر قوت کو مسلمانوں کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوسکتی۔ دنیا میں اتنا بڑا ملک بغیر لڑے کسی نے حاصل نہیں کیا اگر ہم پاکستان میں دینی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے اسلام کو غالب کردیں تو اس کے اثر پورے ہندوستان پر پڑے گا۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر دیوبندی فیملی کو اپنے بیٹے عمر 34 سال، انجینئر، برسر روزگار پہلی شادی چند ہفتوں بعد علیحدگی کے لیے تعلیم یافتہ شرعی پردہ کی پابند، صحیح العقیدہ، لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0301-3004029

☆ گوجرانوالہ کی رہائشی مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم بی اے، قد 5 فٹ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-7428301 0300-9647216

☆ بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایف اے، باپردہ، خوش شکل، کے لیے لاہور سے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا مناسب رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ (خواتین): 0321-9944775

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ معاون مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت عبدالرؤف کے بڑے بھائی وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0334-5254933

☆ معاون مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت حافظ شفیق احمد کی تایا زاد بہن وفات پاگئیں ہیں۔ برائے تعزیت: 0300-8301581

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَاباً یَّسِیْرًا

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط هُوَ اجْتَبٰكُمْ

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

15، 16، 17

نومبر 2019ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام

مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((اَنَا آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ، اَللّٰهُ اَمَرَنِیْ بِھِنَّ:
بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْھِجْرَةِ وَالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ))

”میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے:
یعنی جماعت کا، سننے کا، ماننے کا، ہجرت کا اور اللہ کی راہ میں جہاد کا“

لہٰذا رضائے الٰہی کے حصول کے لیے
بیعت سمع وطاعت کے مسنون بندھن میں منسلک رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے۔
تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی

فون: 79-(042)35473375

PRESS RELEASE: 04 November 2019

Seminar on the topic "How to Counteract 'Akhand Bharat'?" held under the auspices of Tanzeem-e-Islami

Lahore (PR): A seminar entitled "**How to Counteract 'Akhand Bharat'?**" was held on 03 November 2019 under the auspices of Tanzeem-e-Islami at Alhamra Hall 1, 68 Mall Road Lahore. The verve and gusto of the large audience who turned up for the event could be judged by the fact that the big hall was overflowing with people who had come to participate in the seminar.

While addressing the seminar, the Markazi Nazim of Nashr-o-Ashaat of Tanzeem-e-Islami, **Ayub Baig Mirza**, elaborated the concept of 'Akhand Bharat' and said that the notion of Akhand Bharat is nothing more than a myth of the Hindutva ideology for which there is no concrete example that has ever existed in the history of the world. He said that even during the rule of Chandragupta Maurya, which has been concocted for use as a reference point to explain the start of this myth, the reign did not extend to the entirety of India. He said that the greatest obstacle in way of the creation of Akhand Bharat is Pakistan and Pakistan was established on the basis of an ideology, i.e., the Ideology of Pakistan, which is in open challenge to the notion of Akhand Bharat. However, we have been constantly deviating from the Ideology of Pakistan for the last 72 years due to which we have become weakened, yet the notion of Hindutva has come to the fore in India and today India is moving towards becoming an Akhand Hindu State. He said that the need of the hour is for Pakistan to move towards the practical implementation of the Ideology of Pakistan because we can defeat the nefarious Indian plan of Akhand Bharat only by clinging to our own ideological basis of creation. If we are unable to do so and keep following the path of deviation from the Ideology of Pakistan, which we are currently ensuing, then we would have to face further ignominy in the world and would be unsuccessful and a failure in the Hereafter.

While addressing the seminar, the Nazim-e-Aala of Tanzeem-e-Islami Central Punjab, **Dr Abdul Samee**, remarked that the method to counteract Akhand Bharat is the Ideology of Pakistan. It was this Ideology of Pakistan on the basis of which the Indian subcontinent was divided to lay the foundation for the creation of Pakistan. It is now our collective responsibility to ensure the practical implementation of the Ideology of Pakistan in the country so that we could blast the notion of Akhand Bharat, he concluded.

While addressing the seminar, the senior leader of Tanzeem-e-Islami, **Shuja Uddin Sheikh**, said that Akhand Bharat is a fairy-tale of the Hindutva ideology and this myth can only be shattered by an ideology based on reality, which we have been bestowed with in the form of the Islamic System of Collective Social Justice. When this system would be practically implemented in the political, economic, social and all other dimensions of our individual as well as collective lives then a shining beacon of success and welfare would be witnessed by the world as a lofty model in contrast to the Hindu culture plagued by the caste system, injustice and oppression, resulting in the demise of the myth-based notion of Akhand Bharat. He concluded by asserting that it is thus imperative for us to bring forth a genuine model of the Islamic Welfare State by engaging in a movement to establish Islam, so that the entire world could behold this lofty system.

While addressing the seminar, the Ameer of Tanzeem-e-Islami South Punjab, **Dr Muhammad Tahir Khaqwani**, elaborated the methodology for implementation of the Islamic System in Pakistan and said that this is only possible by means of a peaceful, disciplined, non-militant and non-violent mass revolutionary movement. He said that the Islamic System can never be established in Pakistan through electoral politics. He said that if all religious political parties and groups of Pakistan become united to initiate a mass movement for the implementation of the Islamic System in Pakistan instead of reinforcing democracy then they would certainly be successful in their mission and when that happens then the treacherous Indian plan of Akhand Bharat would have to bite the dust. *InshaAllah!*

In his keynote address, the chair of the seminar and the Nazim-e-Aala of Tehreek-e-Khilafat Pakistan, **Engineer Mukhtar Hussain Farooqi**, noted that Pakistan was created on the basis of Islam and the largest migration of the world for this purpose also occurred for the cause of Islam. If we fulfill our Deeni (religious) obligations in a sincere and fitting way, only then would the path be paved for the stability and security of our country. He said that the need of the hour is for us to practically implement the Ideology of Pakistan in the country and make Pakistan a genuine Islamic Welfare State so that our promises made with Allah *(SWT)* and His *(SWT)* Messenger *(SAAW)* could be fulfilled. Consequently, he concluded by remarking, we would be eligible to receive the succor of Allah *(SWT)* and the Islamic revolution that would follow as a result would also extend and permeate deep inside India itself and the nefarious designs of our enemies would be defeated. *InshaAllah!*

Issued by: Ayub Baig Mirza
Markazi Nazim of Press and Publications Section
Tanzeem-e-Islami, Pakistan

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.44

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore